

# شمس الاسلام

ماہنامہ

\* بھیرہ (پاکستان) \*

\* \* \*

بابت ماہ شعبان ۱۳۷۴ھ

مطابق ماہ اپریل ۱۹۵۵ء

☆

تحت اداره

غلام حسین | امیر حزب الانصار بھیرہ |  
مدیر سؤل | مولانا الحاج افتخار احمد بکوی |  
(پاکستان) |



سالانہ چندہ

عوام سے ۲۲/۸۰

طلبہ سے ۲۲/۸۰

ریاست مولانا الحاج اختر احمد صاحب بگای امیر قتب الانصار بھیرہ دہلی

ریاست مولانا الحاج اختر احمد صاحب بگای امیر قتب الانصار بھیرہ دہلی

سالانہ چندہ

معاہدین سے ۲۲/۸۰

غیر معاہدین سے ۲۲/۸۰

# منجانب جس الانصار بھیرہ

## الد کے عین کے مددگاروں کا گروہ

اغراض مقاصد (۱) اندرونی و بیرونی حلقوں سے اسلام کا تحفظ و اشاعت اسلام۔  
 (۲) اصلاح رسوم و اتباع شریعت اسلامیہ، احیاء و اشاعت علوم دینیہ۔  
 (۳) جریدہ شمس اسلام کا اہراء (۴) دارالعلوم عزیزیہ جامع مسجد بھیرہ جو اپنے مختلف شعبوں کے ذریعہ اسلام کی  
 طریق کار (۵) بہترین خدمت انجام دے رہا ہے۔ (۶) مبلغین کے ذریعہ ملک کے طول و عرض میں اسلامی زندگی پیدا کی جا رہی ہے  
 (۷) عظیم الشان سالانہ کانفرنس (۸) امیر خزانہ انصار کا مبلغین کے ہر سالانہ تبلیغی دورہ (۹) کتاب (۱۰) جامع مسجد بھیرہ کی مرمت  
 جریدہ کے قواعد و ضوابط

(۱) سالانہ ہرگزیری ماہ کی پانچ تاریخ کو پابندی وقت سے شائع ہوتا ہے۔ مضامین ہر ماہ کی دس تاریخ کو وصول  
 ہونے چاہئیں۔ مدیر کا مضمون نگار صاحبان کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں۔ (۲) ارکان حزب اور کان نوبل انصار  
 کے نام جریدہ مفت بھیجا جاتا ہے۔ چندہ کیفیت کم از کم چار ماہ یا تین روپے سالانہ مقرر ہے (۳) عام سالانہ چندہ سے (۴) معاہدین  
 طلبہ سے (۵) نمونہ کار پر (۶) نمونہ کار پر (۷) نمونہ کار پر (۸) نمونہ کار پر (۹) نمونہ کار پر (۱۰) نمونہ کار پر  
 ہے۔ بعض سائل راسخہ میں تلف ہو جاتے ہیں ایسی صورت میں خریداری کی طرف سے مہینہ کی تاریخ تک طے سلاخ موصول ہونے پر دو بارہ  
 بھیجا جاتا ہے اطلاع ملنے کی صورت میں دفتر دار نمونہ (۱۱) جواب کیلئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنا چاہئے (۱۲) ہندوستان والے اپنا چندہ حاجی فضل  
 عبد الجبار صاحبان کمیشن پبلیشنگ نواب مسجد شریف بمبئی (ہندوستان) کو بذریعہ منی آرڈر ارسال کریں (۱۳) ہرنگناک اور خط واد پرنگ ہو گئے  
 جملہ خط و کتابت، و توسیل زمرہ غلام حسین آئیڈیٹیٹر شمس اسلام بھیرہ نیچاب ہونی چاہئے۔

## سرخ نشان

دائرہ میں سرخ نشان سالانہ چندہ ختم ہونے کی علامت ہے۔ آئندہ ماہ کار سال  
 بذریعہ وی، پی آر سال ہوگا۔ جس کے زائد اخراجات سے بچنے کے لئے بہتر  
 صورت یہ ہے کہ آپ اپنا چندہ بذریعہ منی آرڈر بھیجیں، خریداری منظور ہو تو  
 اطلاع دیں۔ خدا دے، پی واپس فرما کر ایک اسلامی ادارہ کو ناقص نہ رہو نہ چاہئیں۔ خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔  
 غلام حسین مدیر سالہ شمس اسلام

(بکھیر)

## شمس السلام

ماہنامہ

جلد ۲۶ شعبان المعظم ۱۳۷۴ھ مطابق ماہ اپریل ۱۹۵۵ء شماره ۴

## فہرست مضامین

نمبر شمارہ	مضمون	م صاحب مضمون	نمبر شمارہ
۱	بزم انصار	ادارہ	۳
۲	شذرات	"	۸
۳	رسائل و مسائل	"	۱۱
۴	الاخوان المسلمون کی بنیادی تعلیمات	شہید ملت شیخ حسن البنا ، مترجم محمد عامر الحداد	۱۷
۵	سچی کسانیاں	مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث سہارنپور	۲۶
۶	علمی دنیا کا ایک عظیم حادثہ	مولانا مفتی سید سلیمان الدین صاحب کاکا خیل	۳۸

بہت ماحسن ایڈیٹر میٹرینڈر پبلشر ثنائی برقی پریس سرگودھا میں ہے کہ  
دفتر جریڈ شمس السلام جامع مسجد بہیرہ سے شائع ہوا

# بزمِ انصاف - آنکھوں دیکھا حال

مرتبہ مولانا محمد ذاکر شاہ صاحب مدد تہیں داسرا العلوم عزیزیہ چھیلے

حسب دستور سابق اس سال بھی مارچ کی گیارہ بارہ اور تیرہ تاریخ کو جامع مسجد بھیرہ میں مجلس مرکزیہ حزب الانصار کی پچیسویں سالانہ تبلیغی کانفرنس منعقد ہوئی۔ چونکہ ایک کانفرنس کی حیثیت سے بالکل قریب ہو کر اس سال پہلی دفعہ مجھے یہ کانفرنس دیکھنے کا موقعہ نصیب ہوا۔ لہذا میں اپنے تاثرات کو الفاظ کا جامہ پہنا کر ان احباب کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں جو یہاں تشریف فرما نہیں تھے۔ یا جنہوں نے آج تک سوئی قیمت سے اس جلیل الشان اجتماع کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا۔ تاکہ اپنے خیر حاضر بھائیوں کو بھی ارکان حزب الانصار کی مساعی جمید کے کھلتے ہوئے باغ کی سیر کرا سکوں۔

**آغازِ کار :** ہر جلسے کی آمد کا غل بلند ہو رہا تھا۔ اور کارکنان حزب الانصار اپنے اپنے فرض منصبی کی ادائیگی میں مشغول تھے۔ دس مارچ جمعرات کو باہر سے آنے والے محافلوں کا ایک تاننا سا بندھ گیا۔ اور الار مارچ جمعہ کو باہر کے آنے والے ہزار ہا محافلوں کے علاوہ بھیرہ اور گرد و نواح کی بستیوں کے بے شمار مسلمان اپنی قومی آن و مذہبی شان ملاحظہ کرنے کے لئے جامع مسجد سے ہوتے ہوئے اسٹیشن پر جا رہے تھے۔

**شاندار استقبال :** اسٹیشن پر ہزار ہا محافلوں اور محرز شہری مسلمانوں کے علاوہ پراثری سکولوں کے ننھے ننھے بچے تقویر انتظار بنے کھڑے تھے کہ گاڑی ساٹھے دس بجے پلیٹ فارم پر آکر رکے۔ اور انتظار کی سخت گھڑیاں ختم

ہوئیں تو نعرہ ہائے تنکیر و اسلام زندہ باد، حزب الانصار زندہ باد کے فلک شکاف نعروں سے فضا گو نج اٹھی۔ بھولوں کی بارش اور نعروں کے طوفان سے حضرات علماء کرام کا خیر مقدم کیا گیا۔ اس گاڑی پر رئیس المقرین مولانا صاحبزادہ سید فیض الحسن صاحب، مولانا حضرت صاحبزادہ محبوب الرسول صاحب، مولانا علامہ خالد محمود صاحب ایم، اے، مولانا علامہ محمد حنیف صاحب، مولانا کریم بخش صاحب وغیرہ حضرات تشریف لائے۔

**اسٹیشن سے واپسی :** ہر تھوڑی دیر کے بعد انسانوں کا یہ موجیں مارتا ہوا سمندر اسٹیشن سے واپس روانہ ہوا۔

جلوس کا نظارہ قابل دید تھا۔ ٹانگے پر نوبت اولاد وڈ سپیکر رکھے ہوئے تھے۔ نوبت اپنی آواز سے سرستان یاد دہی غفلت کو بیداری کا پیغام دے رہی تھی۔ لاوڈ سپیکر کے ذریعے خدا کا نام بلند کیا جا رہا تھا۔ سکولوں کے بچے اپنے معمولانہ انداز میں حمد کے ترانے گائے رہے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں رنگ برنگی جھنڈیاں موسم بہار کا سمان پیش کر رہی تھیں۔ اور وہ پیائے پیائے انداز سے منزل مقصود کی طرف پہلے جا رہے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد یہ انسانوں کا انبوہ کثیر شہر میں داخل ہوا۔ گلی، کوچوں، بازاروں اور شاہراہوں کو لوگوں نے سچ سج دادی کشمیر کا نمونہ بنا دیا تھا۔ جس طرف نظر اٹھتی ایک عجیب سماں اور انوکھی شان نظر آتی۔ جلوس خراماں خراماں بازاروں سے گذرتا ہوا جامع مسجد کی عظیم الشان عمارت کی طرف بڑھا۔ مسجد دس کی طرح بھی ہوئی تھی۔ وسیع ترین سٹیج پر گیلے

آپ کو داد دی۔ آپ کے علاوہ دیگر مقررین نے اپنے مواقعِ حُسن سے لوگوں کو محفوظ کیا۔

**اجلاس دوم:** بعد از نماز عشاء شروع ہوا۔ اگرچہ ہوا کی تندہی سائبانوں اور قناتوں سے اٹھکھیلیاں کر رہی تھی۔ اور موسم ناخوشگوار تھا، لیکن حضرت مولانا صاحبزادہ سید صاحبزادہ فیض الحسن صاحب کے ارشادات سننے کے لئے عوام ہمد تن گوش بنے رہے۔ اور موسمی تبدیلی انہیں ٹپ سے مس نہ کر سکی۔ صاحبزادہ صاحب کے علاوہ دیگر حضرات نے بھی اپنے خیالات عالیہ سے عوام کو مستفید فرمایا۔

**اجلاس سوم:** سر سید احمد علیہ السلام کی جہڑی لگی ہوئی تھی۔ اور آدھر ظاہری بادل بوندا باندی میں مشغول تھا۔ اسی ماحول میں مولانا فضل الہی صاحب اور مولانا شاہ عبدالرحمن صاحب نے اپنی تقریر دہلیز پر سے ایمان کی کھینچوں کو سیراب کیا۔

**اجلاس چہارم:** بعد از نماز ظہر شروع ہوا۔ اور نماز عصر تک رہا۔ مولانا کریم بخش صاحب اور مولانا درویش محمد صاحب نے سامعین کو اسلامی عقائد کی تعلیم اور بدعات کے بچنے کے لئے قرآنی احکام سنائے۔

**اجلاس پنجم:** بعد از نماز عصر، مولانا امین صاحب نے اپنی تقریر دہلیز پر سے لوگوں کو مستفیض فرمایا۔

**اجلاس ششم:** بعد از نماز عشاء منعقد ہوا۔ اور ایک بجے تک رہا۔ مولانا پرزادہ محمد باوجود الحق صاحب قاسمی نے

فائدہ انگار حدیث کا پس منظر عوام کے سامنے پیش کیا۔ اور اسلامی نقطہ نگاہ سے پرویزی خیالات پر تنقید کی۔ اور مسلمانوں کو مراعات مستقیم پر چلنے کی تلقین کی۔ آپ کی تقریر عالیہ کے بعد مندرجہ ذیل ریزولیشن پاس ہوئے۔ جو اخبارات کے ذریعہ منظر عام پر آچکے ہیں:

اور بچوں آنے والوں کا مسکرا کر استقبال کر رہے تھے۔ باوجودیکہ جامع مسجد کا صحن شاہی مسجد لاہور کو چھوڑ کر پنجاب کی سب مسجدوں سے وسیع ہے۔ لیکن آج اس کی دسٹین بھی تنگ ہو چکی تھیں۔ تھوڑی دیر مستانے کے بعد مذاکرے والے نے نماز جمعہ کے لئے کلمہ حق بلند کیا۔ اور جمعہ کے لئے صفیں درست ہونے لگیں۔ تنگی کی وجہ سے بعض حضرات کو مسجد کے حدود سے باہر فریضہ نماز ادا کرنا پڑا۔ نماز جمعہ کی امامت مولانا علامہ محمد حنیف صاحب نے فرمائی۔ اور مولانا حضرت الحاج افتخار احمد صاحب بگوی امیر حزب الانصار نے جلسہ کے اغراض و مقاصد بیان فرمائے۔ اور آپ نے مجلس کے سب شعبہ جات کے متعلق تفصیلی اطلاعات ہم پر پیش کیں۔ عوام کو خدمتِ دین و ترویجِ علوم اسلامی کی ترغیب دی۔ لادینی کے ہمالیہ سے مطلع فرمایا، بدھ کے گزشتہ کارناموں کا سرسری ذکر فرماتے ہوئے آئندہ کے عزائم بیان فرمائے۔ اور ساتھ ہی ساتھ تفصیلی طور پر بدھ کے سالانہ عامل و مناجات کی رپورٹ پیش کی۔

..... بالآخر محفلوں سے اپیل کی کہ آپ حضرات حزب الانصار کے مہمان ہیں۔ لہذا کھانا ہونٹوں سے تناول نہ فرمائیے۔ آپ کے قیام و طعام کی ذمہ داری آپ کی غریب مگر باہمت مجلس ہے۔

چنانچہ ہزار ہا محفلوں کی تین روزہ گوشت اور روٹی سے توافع کی گئی۔ ان تین ایام میں نوے من آٹا اور پچپن من گوشت خرچ آیا۔

**اجلاس اول:** بعد مولانا علامہ محمد حنیف صاحب کی صدارت میں جلسہ کی کارروائی شروع ہوئی۔ علامہ خالد محمود صاحب ایم اے نے ایک جامع و مانع تقریر فرماتے ہوئے مذہبِ اہل سنت کی حقانیت اور حضرت صدیق اکبر کی صداقت کو براہین قاطعہ سے ثابت فرمایا۔ اور حاضرین نے نعرہ سر

## بزرگ انصار بھیرہ کے سالانہ جلسہ کی قراردادیں

حزب الانصار بھیرہ کا عظیم الشان سالانہ جلسہ ہر سہ روزہ تھا۔ بڑک و احتشام سے منعقد ہوا۔ جس میں ملک کے مشاہیر علما کرام و مشائخ عظام نے شرکت فرمائی۔ مولانا علامہ دوست محمد، مولانا پیرزادہ، ہماؤ الحق فاضلی، علامہ خالد محمود ایم، لے، حضرت صاحبزادہ فیض الحسن بی، لے، حضرت صاحبزادہ محبوبا الرسول، مولانا عبدالرحمن و مولانا محمد حنیف قابل ذکر ہیں۔

اس عظیم الشان اجتماع میں چار قراردادیں بالانفاسق منظور کی گئیں :-

(۱) مجلس حزب الانصار بھیرہ پنجاب کی متمم بالشان سالانہ کانفرنس کا یہ اجلاس فرید جعفری ایڈیٹر پاکستان اسٹینڈرڈ کراچی کے اس مقالہ کے خلاف سخت ناراضگی اور رنج کا اظہار کرتا ہے۔ جس میں اس نے سنت رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر ناپاک حملے کئے اور باوجود اہل اسلام کے مسلسل مطالبہ کے حکومت پاکستان کی خاموشی کو تشویش کی نظر سے دیکھتا ہوا حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ سرکوت کو توڑ کر ایڈیٹر کو روکے منہ میں قانون کی لگام دے۔

(۲) حزب الانصار بھیرہ کا یہ عظیم الشان اجتماع حضرت علامہ مولانا حافظ محمد اعجاز علی صاحب شیخ الفقہ والادب دارالعلوم دیوبند کے انتقال پر طال پر دلی رنج کا اظہار کرتے ہوئے آپ کی وفات کو ایک قومی نقصان قرار دیتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ حضرت مولانا مرحوم کے درجات کو بلند فرمائے۔ اور آپ کے متعلقہ کو ہر جہل کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین۔

(۳) حزب الانصار بھیرہ کا یہ عظیم الشان نمائندہ اجتماع بیگم سلمیٰ صدیقی کے بل متعلقہ تعداد و حاج کو نفرت کی

نگاہ سے دیکھتا ہوا اسے مداخلت فی الدین قرار دیتا ہے۔ اور حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اس کے خلاف اسلام بل کو منسوخ کر کے اپنا فرض ادا کرے۔

(۴) حزب الانصار بھیرہ کا یہ عظیم الشان اجتماع اس حقیقت کا اظہار کرتا ہے کہ پاکستان کے سوا عظیم کے نزدیک انبیاء علیہم السلام کے بعد سب سے زیادہ رتبہ حضرات خلفاء راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا ہے۔ اور ان کی عظمت کا تقاضا ہے کہ ان کے یوم وصال کو پاکستان میں سرکاری طور پر اہمیت دی جائے۔ اور ان ایام کو تعطیلات قرار دیا جائے۔ اور ان ایام میں نشر و اشاعت کے سرکاری ذرائع کو ان حضرات کی سیرت میں استعمال کیا جائے۔

ان کے بعد علامہ دوست محمد صاحب قریشی صدر مبلغ تنظیم اہلسنت شیخ پر شریف لائے۔ اور رد و رفض میں بہترین تقریری۔ آپ کی تقریر سے لوگ مسحور ہوئے تھے۔ ایک سب سے اجلاس بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوا۔

**اجلاس ہفتم :-** ۱۳ مارچ بروز اتوار صبح آٹھ بجے شروع ہوا۔ مولانا شاہ عبدالرحمن صاحب کیمپ پوری، مولانا درویش محمد صاحب، مولانا علامہ دوست محمد صاحب اور مولانا اللہ وسایا صاحب نے اپنے خیالات عالیہ لوگوں کو مستفیض و مستفیض فرمایا۔ اخیر میں حضرت امیر حزب الانصار نے دعا غیر فرمائی۔ اور یہ عظیم الشان تبلیغ دینی کانفرنس ملک شگاف گھروں سے اختتام پذیر ہوئی۔

**انتظامات :-** مرقیام و طعام کا پورا پورا بندوبست تھا باہر سے آنے والے جماعوں کو باقاعدہ کھانا کھلایا جاتا تھا۔ اور مجلس استقبالیہ ہر طرح کے انتظامات میں پوری طرح

منہک رہی۔

بڑی ہی ناانصافی ہوگی، اگر اس کانفرنس کے اتنے وسیع پروگرام کے بنانے کے باوجود میں حزب الانصار کے اندویشی شعبے نہ بناؤں۔ لہذا اب اپنے معزز ناظرین کی توجہ جیتنے والانصار کے شعبہ جات کی طرف منعطف کرانا چاہتا ہوں۔

باقی حزب الانصار حضرت الحاج مولانا ظہور احمد صاحب بگوسی نور الدین مرقدہ نے مجلس کے ماتحت چند شعبے قائم کئے تھے۔ جن کی تفصیل یہ ہے:

۱۔ دارالعلوم روضہ رشیدیہ: اس مدرسہ میں پنجاب کے مختلف اضلاع کے بچے قرآن حکیم ناظرہ و حفظ پڑھتے ہیں۔ علوم اسلامی ابتداء سے انتہاء تک پڑھنے کے پورے پڑھائے جاتے ہیں۔ اور اس کارخیر کے لئے پاکستان کے لائق ترین علماء کی خدمات حاصل کرنے سے گریز نہیں کیا جاتا۔ مدرسہ میں ٹھہرنے والے سب طلباء کے جملہ مصارف (سبقت و طباق و کتب و طعام وغیرہ) کا کفیل بھی مدرسہ ہے۔ جس کی مستقل آمدن ایک کوڑی بھی نہیں۔ اور اس گئے گئے زمانے میں محض توکل علی اللہ پر چل رہا ہے۔

اس مدرسہ کی نورانی شعاعوں نے پنجاب کے گوشہ گوشہ کو منور کر رکھا ہے۔ یہاں سے سینکڑوں کی تعداد میں مبلغ و مدرسین، مناظر اور واعظ نکل کر عوام کی خدمت بجالا رہے ہیں۔ شعبہ تبلیغ: ہر اللہ کے فضل و کرم سے حزب الانصار کی سرپرستی میں سالانہ دورہ ہوا کرتا ہے۔ اور یہ سالانہ کانفرنس اتنی تبلیغی شعبہ کا ایک پھل آپ کے سامنے ہے۔ مبلغین حضرات مغربی پاکستان کے گوشہ گوشہ میں پہنچ کر صدائے حق اور کلمہ خیر بلند کرتے رہتے ہیں۔

تالیف و تصنیف: ہر گزائی کا غذات اور دیگر شکایات کے باوجود ہر سال حزب الانصار نامیہ باطلہ کی تردید کیلئے

پمفلٹ اور رسائل شائع کرتی رہتی ہے۔ اور دیگر ذرائع کے علاوہ سالہ شمس الاسلام باقاعدہ ہر ماہ مجلس کی نگرانی میں شائع ہوتا ہے۔ اس وقت بھی مندرجہ ذیل رسائل موجود پڑے ہیں۔ انہیں خریدیے، پڑھتے اور حلقہ احباب تک پہنچائیے۔

پیغام حق، ابوالائمہ کی تعلیم و تفسیر آیت امامت، تفسیر آیت مباہلہ، کشف التلبیس وغیرہ۔

علوم شرقیہ: ہر گزشتہ سال سے حضرت

امیر حزب الانصار نے مدرسہ میں علوم شرقیہ کی کلاسیں جاری فرمادی ہیں۔ اس سال مدرسہ کے بہت سے طلباء فنی فاضل کے امتحان میں حصہ لے رہے ہیں۔ مولوی فاضل اور فنی فاضل طلباء کو ہم دعوت دیتے ہیں کہ آئیں اور اس اسلامی ماحول میں اگر طلب علم کے ساتھ اصلاح اخلاق بھی کریں۔ حضرت امیر صاحب اور دیگر ارکان چاہتے ہیں کہ یہ مرکز اس سے بھی زیادہ خدمات بجالائے۔ ان کے ارادے محکم ہیں۔ اور خدا کی امداد اور بھروسہ پر کام شروع ہے۔ سعادتمند روحین اس کارخیر میں ارکان کا ہاتھ

ٹھارہ ہیں۔ اور اگر کوئی بھی توجہ نہ کرے تو

اگرچہ بت ہیں جماعت کی آستینوں میں

مجھے ہے حکم اذان لا الہ الا اللہ

امید ہے کہ ارالکین کے غیر متزلزل ارادے اور یقین محکم اہلسنت کی دیرینہ حقیقت جماعت کو بیدار کر دیں گے۔

یقین محکم محکم ہم مہمت فاتیح عالم

جماد زندگانی میں یہ ہیں مردوں کی شمشیریں

یا پھر

نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں



# نشانات

ادارہ

حقوق نسوان کا مطالبہ : پاکستان میں نئے ”دور آزادی“ کے ساتھ ساتھ حقوق نسوان کا غلط فہمی بلند ہو رہا ہے اس سلسلہ میں خبر ہے :

کراچی ۲۱ فروری ۔ اپوا کی ایک سرورزہ کانفرنس کا افتتاح کرتے ہوئے بیگم چودھری محمد علی صاحب نے فرمایا : ”کہ حقوق نسوان کے مطالبہ کو یہ رنگ دینا نہیں چاہیے کہ ہمارا مقصد مردوں کے مقابلہ میں کوئی محاذ قائم کرنا ہے ۔

جن حقوق کا مطالبہ ہم کر رہے ہیں وہ ہی حقوق ہیں جو آج سے چودہ سو سال پہلے اسلام نے عورت کو دیئے ہیں ۔ یہ حقوق عورت کو خاندان اور قوم کے معاملات میں مرد کے دوش بہ دوش کھڑا کرتے ہیں ۔ اس میں اقتصادی ، معاشرتی اور سیاسی

سب حقوق شامل ہیں ۔ اسلام نے مردوں اور عورتوں کے بے حجاب میل جول کی سخت مخالفت کی ہے ۔ عام بھجان کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ یہاں لوگ اسلام کی بخشی ہوئی مراعات سے تو پورا پورا فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں ۔ لیکن اسلام نے جہاں مختلف کاموں سے باز رہنے کا حکم دیا ہے ایسے احکام کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔“ (۲۳ فروری تسلیم لاہور)

بیگم صاحبہ نے جن خیالات کا اظہار کیا ہے ، ان سے یہ اندازہ ضرور ہوتا ہے ۔ کہ اسلام کو وہ اپنے ہر معاملہ میں حکم ماننے کو تیار ہیں ۔ اداس سے ہیں بڑی خوشی ہوئی ۔ اگر واقعہ میں عورتیں یورپ کی تقلید میں اندھی بری بن کر ان ”حقوق“ کا مطالبہ نہیں کرتیں جو درحقیقت حقوق نہیں ، بلکہ عورت کا اپنے اصلی مقام کو چھوڑ کر مردوں کے لئے کھانا بننا ہے ، تو

پھر یہ یقیناً ظلم ہوگا کہ عورتیں اسلام کی دی ہوئی مراعات کا مطالعہ کریں اور اسے مردوں کے مقابلہ میں محاذ قرار دیا جائے ۔ مگر افسوس تو یہ ہے ۔ کہ اپوا کی آج تک ساری سرگرمیاں وہ رہی ہیں ، جن کو محض یورپ کی تقالی اور مغرب کی آزاد روی پر کیا جا سکتا ہے ۔ اسلام کے دیشے ہوئے حقوق کا تو نہ اپوا کی بیگمات خود خیال رکھتی ہیں ، نہ مطالبہ ان کا کیا جاتا ہے ۔ خود بیگم صاحبہ نے اسی تقریر میں ارشاد فرمایا ہے ۔ کہ ”اسلام نے مردوں اور عورتوں کے بے حجاب میل جول کی سخت مخالفت کی ہے“ لیکن کھلی آنکھوں سے دیکھا جاتا ہے ۔ کہ حقوق نسوان کی اس بڑی جماعت اپوا کی بیگمات بے غمت مردوں کے ساتھ بالکل بھاب میل جول رکھتی ہیں ۔ مشترکہ مجلسوں اور تقریبات میں بالکل بے پردہ کھلے چہروں کے ساتھ شریکید محفل ہوتی ہیں ۔ اور تصاویر کھجوالے جاتی ہیں ۔ ان کا اس قسم کی حرکات اور اخلاق و اعمال کو دیکھ کر کہا جاتا ہے ۔ کہ یہ مغرب زدہ بیگمات اسلام کی بخشی ہوئی مراعات کا نام لیکر ان سے تو پورا پورا فائدہ اٹھانا چاہتی ہیں ۔ لیکن اسلام نے جہاں مختلف کاموں سے باز رہنے کا حکم دیا ہے ایسے احکام کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔“ اور مقام سرت ہے ۔ کہ بیگم محمد علی صاحبہ نے بھی اپنی تقریر میں یہی شکایت کی ہے ۔

روحانیت کی ضرورت : مرد اسٹیشن ۱۱ فروری ۔ امریکہ کے صدر آئزن ہارے نے کہا ہے ۔ کہ صحیح معنوں میں آزاد حکومت کی طرح سیاسی جماعت کی بنیاد بھی روحانیت پر ہونی چاہیے اور ہمیں یہ بات ہرگز فراموش نہیں کرنی چاہیے کہ ہمیں اپنے



نظریات کے مطابق زندہ رہنا ہے۔ (تسلیم ۲۳ فروری)

دیکھا آپ نے آزاد حکومت اور سیاسی جماعت کیلئے "روحانیت" کو بنیاد قرار دینے کی اہمیت کون بیان کر رہا ہے۔

یہ کوئی "ملا" اور "صوفی" نہیں۔ موجودہ دور تہذیب و ترقی

کے ایک "امام اعظم" اور سرتاپا مادیت میں متغریق۔ اور ایم بی

اور ہائیڈروجن بم کی موجد اور استعمال کرنیوالی امریکی قوم کے

مشرشد اعلیٰ "صدر آئرن ہارڈ کارشاد ہے۔ امید ہے کہ مادیت

کے اس دور میں روحانیت کے نام لینے والوں کو اب تو ٹیڑھی

ترجمی نگاہوں سے دیکھا نہیں جائیگا۔ اور پاکستان کی آزاد حکومت

اور سیاسی جماعتوں کی تنظیموں میں روحانیت کو بنیاد قرار دینے

کا مطالبہ کرنے والے تو مطعون و مجرم نہ ہوں گے۔ اور ان پر

دقیانیت اور طائیت کی پہنٹی تو نہ کسی جائیگی۔

بنگلہ ۲۵ فروری۔

راٹر نے سٹیو

کافر نس کی کارروائی کے سلسلہ میں خبر دی ہے۔

پاکستانی وفد کے ذرائع نے انکشاف کیا ہے کہ کافر نس

میں پاکستان نے جنوب مشرقی ایشیا کے خطے کے لئے مذہب کی

منہمک دفاعی قوت کی اہمیت پر زور دیا۔ انہوں نے کہا کہ مشر

مھ علی نے کونسل میٹنگ میں کہا کہ اشتراکیت وہیں پھلتی پھولتی

ہے، جہاں مذہبی اثر و رسوخ کم ہو۔ جنوب مشرقی ایشیا میں مذہبی

عقائد کا جو غلا پایا جاتا ہے، اس کے پُر کرنے کے لئے موثر

نفسیاتی تعلیمی مہم شروع کی جانی چاہئے۔ اپنے شیو طاقتوں کو اس

علاقے کی اخلاقی قدروں کی حفاظت کی طرف توجہ دلائی۔ آپ نے کہا

پاکستان اس علاقے میں طاقتور حکومت کی ضرورت پوری طرح اتفاق

رکھتے ہوئے بیان معاشی اور روحانی دفاع کے انتظامات کو بھی

اتنا ہی ضروری تصور کرتا ہے۔ مشر مھ علی نے انڈونیشیا کی مثال

دیتے ہوئے ثابت کیا کہ اشتراکیت کے خلاف ایسی فوجی کارروائی

کے ناکام ہونے کی یہ ملک ایک خوفناک مثال پیش کرتا ہے۔

(تسلیم ۲۴ فروری)

اشتراکیت کے مضر اثرات اور زہریلے جرائم کے علاج

و دفعیہ کے لئے مشر مھ علی صاحب نے جس دفاعی قوت کو پیش

کیا ہے، اور جس نسخہ کو تجویز کیا ہے۔ اسے یقیناً صحیح علاج سمجھنا

چاہئے۔ لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ایسے مفید نسخہ

کی کوئی قدر قیمت، کافر نس کے شرکاء کے ہاں نہیں ہوگی۔

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب بھی کسی قول کی پشت پر خود کہنے

والے کا اپنا عمل نہ ہو۔ بلکہ قول و عمل میں کھلا تضاد ہو تو اس

قول کی کوئی حیثیت و اہمیت باقی نہیں رہتی۔

مصطفیٰؐ نایاب ارزاں یو لوب:

مولا محمد عبدالمجید

دریا آبادی کی "سچی باتیں" شرعاً آفاق ہیں۔ "سچی باتیں" میں

ایک سچی بات اپنے تبصرہ کے بغیر حیرت و موعظت کی خاطر

پڑیہ ناظرین ہے۔ مولا دریا آبادی لکھتے ہیں:

لاہور کے ایک ہفتہ وار میں ایک خاتون کا مراسلہ

پچھلے دنوں جو بری سکول میں جلسہ تقسیم انعامات کے موقع

پر جانے کا اتفاق ہوا۔ سکول نے ایک وراثتی شو کا بھی انتظام

کر رکھا تھا۔ مدعو محانوں میں مس فیروز الدین بھی تھے۔ اسٹیج

پر ڈانس بہت زیادہ پیش کئے جاتے تھے۔ کچھ دیر بعد مس

فیروز الدین تقریر کرنے اٹھیں تو آغاز ہی اس شعر سے کیا۔

۵۔ آجہ کو بتاؤں تقدیر امم کیسا ہے!

شمشیر و سناں اول طاؤس و باب آخر

اس شعر کی تشریح کے بعد انہوں نے کہا کہ پاکستان میں

تو ہر طرف طاؤس و باب اول طاؤس و باب آخر نظر آتا

ہے۔ ان کی تقریر کے دوران میں سارا سٹاف اور سکول کی

لڑکیاں کچھ شرمندہ سی نظر آ رہی تھیں۔ جب وہ نصیحتیں کر کے

بیٹھ گئیں تو ہینڈ مشنر صاحبہ کھڑی ہوئیں۔ انہوں نے

میں فیروز الدین کی تقریر کی بڑی تعریف کی۔ ان کے خیالات کو بہت سراہا۔ اور فرمایا ہم ان کی نصیحتوں پر عمل پیرا ہونے کی پوری کوشش کریں گے۔ مگر میرے تعجب کی انتہا نہ رہی کہ پیٹ مسٹرس صاحبہ کے بیٹھنے کے فوراً بعد ایک طرف سے چھین چھین کی آواز آئی۔ اور ایک بنی سنوری لڑکی نے اسٹیج پر آکر رقص کرنا شروع کر دیا۔ سکول کا سٹاف، لڑکیاں اور مہمان خواتین بڑے اطمینان کے ساتھ رقص دیکھنے لگیں۔ شرمساری اور کانہیں، پاکستان ہی کے اقبال کا ہے۔

۵۔ در عجم گردیم ہم در غربہ مصطفیٰ نایاب اذان بولوب آج زندہ ہوتے تو اپنے ہی بولے ہوئے پاکستان اور خاص اپنے ہی شہر لاہور میں قدم قدم پر مصطفیٰ کی نایابی اور ابولوب کی اذانی کے یہ حیرت انگیز منظر دیکھ دیکھ کر کیا ان کے دل پر گزر کر رہتی۔ غریب نے کیا سمجھ کہ پاکستان کی تخلیق کی آرزو کی تھی۔ اسلامیت کا کیا کیا نقشہ ذہن میں رکھا تھا۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے چند سال کے اندر کیسی کایا پلاٹ ہو کر رہی۔ جسے واری تنہا کسی ایک فریق پر نہیں۔ اور باطل کی سیاستی لیڈروں، اہل صحافت اور نادان دوستوں سب پر ہے۔

**آتش بازی کی لعنت:** ہر ہندوؤں اور دوسرے غیر مسلم قوموں کی دیکھا دیکھی ہم میں بھی بہت سی غلط اور مفرسوتا داخل ہو چکی ہیں۔ اور اب رفتہ رفتہ ہماری رگڑے میں وہ اس قدر سرایت کر چکی ہیں کہ ان سے چھٹکارا بہت مشکل نظر آ رہا ہے۔ اس قسم کی غلط رسموں اور عفتوں میں سے ایک آتش بازی کی لعنت ہے۔ معلوم نہیں یہ غلط فہمیا کب سے قائم کی گئی ہے۔ کہ ہندوستان و پاکستان میں ہر بگڑے مسلمان اور خصوصاً ان کے بچے شعبان کے عید میں ہر گھنٹے کوچے میں آتش بازی چلانے میں مشغول نظر آتے ہیں۔ اور یہ مذہب مشغلہ ترقی کرتے

کرتے اس حد تک پہنچ گیا ہے کہ شعبان ٹوکیا رجب سے بھی پہلے آتش بازی بنانے، فروخت کرنے اور چلانے کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ مالی نقصان اور کافی سرمایہ کو نذر آتش کرنے کے خسارہ کے علاوہ ہر سال کہیں نہ کہیں اس سے آگ لگ جاتی ہے۔ اور بہت سے مکانات، دکانیں اور انسانی جائیں آگ لگ جانے سے ضائع ہو جاتی ہیں۔ اس کی بندش کیلئے منظم جدوجہد کی ضرورت ہے۔ شکر ہے، اس دفعہ بعض اضلاع میں مسلمان ضلع نے قانونی طور سے اس کی بندش کا حکم نافذ کیا ہے۔ مگر ضرورت ہے کہ ایک طرف دغ و نصیحت کے اور دلائل سے قوم کو اور بچوں کو سمجھا کھاکر اس سے باز رکھنے کی جدوجہد کی جائے۔ اور دوسری طرف قانون بندش کے نفاذ اور عمل لائے کارگ بنانے کی کوشش کی جائے۔ اس سلسلہ میں اگر مسلسل سعی و کوشش جاری رہی تو انشاء اللہ تعالیٰ بہت فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔ اور اگر بالکل کامیابی نہ بھی ہو سکی تو جس قدر کامیابی حاصل ہوئی غنیمت ہے۔ کچھ تو مسلمانوں جیسی مفلس قوم کی دولت آگ کے شعلوں سے بچ جائے گی۔ اللہ تعالیٰ ہماری قوم کو ہدایت دے۔ اور نیک و بد کی تمیز +

**بقیہ ص ۳۱:** در طویل عربی حاشیہ (مطبوعہ) مختصر القدوری کا حاشیہ عربی (مطبوعہ)، علامہ ابن حجر مکی کی کتاب الزواجر کا اردو ترجمہ، تلخیص المفتاح کا حاشیہ، علامہ علی قاری کی کتاب شرح النقایہ کا حاشیہ محمود الراویہ (مطبوعہ)، مفید الطالبین، حاشیہ شمائل ترمذی۔

جیسا کہ خود مولانا مرحوم نے لکھا ہے۔ آپ نے بہت کتابوں کا ترجمہ کیا۔ اور رسائل و کتب تصنیف کیں۔ لیکن اپنا نام ظاہر نہیں کیا۔ بلکہ ان کو کسی اور کے نام سے منسوب کر کے شائع کیا۔ ۴۰

# رسائل و مسائل

ادارہ

فكان صاحب الالفين شرط ضمان شيء مما يهلك من ماله على صاحبه وشرط الضمان على الالفين فاسد ولكن لا يبطل بهذا اصل العقد لان جواز لشركة باعتماد الوكالة والوكالة لا تبطل بالشروط الفاسدة وانما تفسد الشرط وتبقى الوكالة فكذلك هذا فان عملا على هذا فوضعا فالوضيعة على قدر رؤوس اموالهما لان الشرط بخلافه كان باطلا وان رجعا فالساجح على ما اشترط لان اصل العقد كان صحيحا واستحقاق الساجح بالشروط في العقد فكان بينهما على ما اشترط - (بسط طبع ۱۱ ص ۱۱۸)

شامی نے بھی یہی حکم لکھا ہے۔ اور دوسری کتب فقہ میں بھی یہی موجود ہے۔ لہذا اگر آپ دونوں نے مل کر تجارت کی ہے۔ اور منافع ہوا ہے۔ تو بلا شک نصفان نصف تقسیم کر دیجئے۔ اور اگر خسارہ ہوا ہے۔ تو آپ پر نصف نقصان نہیں پڑے گا۔ بلکہ اپنے سرمایہ کے مطابق ملے آئے گا۔

سوال : میں میں شہر میں ایک دکان کرایہ پر لی ہے۔ اور چار پانچ کاریگر جو مشینوں کی مرمت کر سکتے ہیں۔ دکان میں بٹھا دیئے ہیں۔ چونکہ شہر میں میر تقی میر ہے۔ اور لوگوں کا مجھ پر اعتماد ہے۔ اس لئے لوگ اپنا کام لاتے ہیں۔ میں مشین کے کاریگروں کو دکھاتا ہوں۔ وہ انعام کر کے بتا دیتے ہیں کہ اتنی اجرت پر اس کی مرمت یا عفا ہو سکے گی۔ وہ اجرت ملے کر کے میں کام لے لیتا ہوں۔ کاریگر کام کرتا ہے۔ اور

سوال : میرے پاس چار ہزار روپیہ موجود ہے۔ میں زید کے ساتھ مل کر مشترکہ تجارت کرنا چاہتا ہوں۔ زید کے پاس آٹھ ہزار روپیہ ہے۔ ہم دونوں مل کر بارہ ہزار کے سرمایہ سے کاروبار کرنا چاہا۔ اور فیصلہ یہ کیا۔ کہ دونوں کام کریں گے۔ اور نفع اور نقصان دونوں کا نصف نصف برابر ہی رہے گا۔ بعض حضرات نے یہ شبہ ڈالا کہ جب سرمایہ آدھوں آدھ نہیں۔ تو نفع و نقصان میں یہ برابری کہاں جائز ہو سکتی ہے۔ فرمائیے کہ شرعا اس کی کیا صورت ہے ؟

الجواب : مرندرجہ بالا صورت میں جب کہ دونوں کا رأس المال برابر نہیں۔ شرکت کر کے آپ دونوں اگر یہ شرط ملے کرتے ہیں کہ نفع و نقصان دونوں ایک برابر ہو تو اس میں فسخ میں برابری کی شرط تو جائز ہے۔ لیکن نقصان میں بھی برابری کی شرط درست نہیں۔ لہذا اگر نفع ہوا مثلاً ایک ہزار منافع ہوا تو ایک شرط کے مطابق پانچ پانچ سو روپیہ ملے۔ یہ جائز ہے۔ لیکن اگر بالفرض تجارت میں خسارہ ہوا۔ اور مثلاً چھ سو روپیہ نقصان رہا۔ تو ہر ایک کے رأس المال میں سے تین سو روپیہ نہ کاٹا جائے۔ بلکہ دو سو روپیہ خسارہ آپ کا اور چار سو روپیہ خسارہ زید کا شمار کیا جائے گا۔ امام سرخسی کی کتاب بسوط کی یہ عبارت صاف طور سے اس پر دلالت کرتی ہے (وان جاء احدهما بالف درهم والاخر بالف درهم فاشترکا على ان الهما بالوضيعة نصفان فهذا شركة فاسدة) واما اذا ان شرط الوضيعة نصفين فاسد لان الوضيعة هلا جزء من المال

وہ اجرت وصول کر کے اس میں سے ۱۰ حصہ میں لے لیتا ہوں اور ۱۰ حصہ اس مشتری کو دیدیتا ہوں جو کام کرنے والا ہوتا ہے۔ کیا میرے لئے یہ ۱۰ حصہ لینا جائز ہے ؟

**الجواب :** ہر قواعد فقہیہ کے مطابق قیاس تو یہ ہے کہ یہ صورت درست نہ ہو۔ لیکن فقہاء کرام نے تعامل کی بنا پر اسے جائز قرار دیا ہے۔ لہذا آپ کے لئے اجرت کا ۱۰ حصہ لینا درست ہے۔ اس سلسلہ میں امام سرخسی کی مستند کتاب بسوط کی مندرجہ ذیل عبارت سند جواز ہے۔ (واذا اقصى المصانع معه سراجاً لاني دكانه يطهر عليه العمل بالنصف فهو فاسد في القياس)

لان سراس مال صاحب الدكان منفعة والمنافع لا تصلح ان تجعل سراس مال في الشراكة ولا ان المتقبل للعمل ان كان صاحب الدكان فالعامل

اجير بالانصف وهو مجهول والجهالة عقدة الاجارة وان كان المتقبل هو العامل فهو مستأجر لموضع جلوسه من دكانه بنصف ما يعمل وذلك مجهول الا انه استحسن فاجاز هذا لكونه متعاً لأبوين الناس من غير تكبر منكر وفي نزع الناس عما تعاملوا به نوع حرج فلان هذا المحرج يجوز هذا العقد اذ ليس فيه نص

يبطله ولان بالناس حاجة الى هذا العقد فالعامل قد يمدخل بلدة لا يعرف أهلها ولا يتأمنونه على متاعهم صاحب الدكان الذي يعرفونه وصاحب الدكان لا يتبرع بمثل هذا على العامل في العادة ففی تصحيح هذا العقد تحصيل مقصود کل واحد منهم ما لان العامل يصل الى عوض عمله و الناس يصلون الى منفعة عمله وصاحب الدکان

یصل الى عوض منفعة دکانہ فیجوز العقل و یطیب الفضل لرب الدکان لان اقصاء دکانہ واعانہ بمقاعہ ..... وجوز هذا العقد کجواز عقد السلم فان الشرع سرخص فيه الحاجة الناس اليه۔ (بسوط جلد گیارہ صفحہ ۱۵۹)

**سوال :** ہر میرے پاس دو ہزار روپیہ ہے۔ میں نے چاہا کہ کسی سمجھ دار تاجر کو مضاربت پر دیدوں۔ لیکن مجھے اندیشہ بھی ہے کہ تا بر نقصان کریگا تو خسارہ کی صورت میں سارا تاوان مجھ پر پڑے گا۔ کیونکہ سنا ہے کہ مضاربت کی صورت میں خسارہ سارا کا سارا مالک مال کو برداشت کرنا پڑتا ہے۔ اور منافع میں کام کرنے والا اور مالک شریک ہوتے ہیں۔ تو کیا ایسی کوئی صورت شرعاً ہو سکتی ہے کہ مجھے کام تو نہ کرنا پڑے اور دو ہزار روپیہ کسی

تاجر کو دیدوں۔ اور سارا کا سارا تاوان بھی مجھ پر نہ پڑے ؟ **الجواب :** ہر اگر آپ دو ہزار روپیہ سب کا سب کسی کو مضاربت پر دیدیں تو یقیناً ایسی صورت میں نقصان سب آپ پر پڑیگا۔ یہ واضح ہے کہ آپ یہ بھی نہ سمجھیں کہ سارا نقصان مجھ پر پڑ رہا ہے۔ یہ کیوں ؟ اس لئے کہ جس طرح خسارہ کی صورت میں سارا تاوان آپ پر پڑ گیا۔ اور سرمایہ میں کمی ہوئی۔ تو کام کرنے والے کو بھی تو کچھ بھی نہ ملا۔ اور

جتنی مدت اس نے محنت کی ہے، وقت خرچ کیا ہے، اس کا وہ بھی تو تاوان ہو رہا ہے۔ آپ کا تاوان روپیہ کا ہوا۔ اور اس کو تاوان وقت و محنت کا ہوا۔ وہ بھی اس حیثیت سے آپ کے ساتھ نقصان میں برابر کا شریک رہا۔ یہ تصریح ہم نے اس لئے کر دی کہ عام طور سے لوگوں کا تصور یہ ہوتا ہے کہ وہ صرف روپیہ کے نقصان کو نقصان سمجھتے ہیں۔ اور یہ سرمایہ دارانہ ذہنیت ہے۔ کسی مزدور کی محنت و وقت



کے ضائع جانے کو اور بے نتیجہ ہونے کو وہ کچھ وقعت نہیں دیتے۔ اور جب مضارب کا یہ مسئلہ سن لیتے ہیں۔ تو حیران و متعجب ہو کر پوچھتے ہیں، کہ اچھا! قانون شریعت میں تاوان سب مالک مال پر پڑ جاتا ہے؟

غیر یہ بات بالکل درست ہے کہ مضاربیت کی شکل میں سرمایہ میں سے ساری کسی کا بوجھ تو آپ پر پڑے گا۔ اگر آپ یہ غلط برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ تو پھر دو صورتوں میں سے کوئی ایک صورت کر لیجئے :-

۱۔ ایک ہزار روپیہ آپ اس تاجر کو بطور قرض دیجئے۔ جب وہ ایک ہزار روپیہ آپ سے قرض لے کر قبضہ کر لے، تو پھر آپ اس سے یہ بات کیجئے، کہ بھائی اب یوں کیجئے کہ ایک ہزار آپ شامل کیجئے۔ اور ایک ہزار میں شامل کرتا ہوں۔ اور دونوں شرکت کر کے نصف نصف نفع و نقصان کی شرط پر کوئی تجارت شروع کریں۔ پھر اس کے بعد خواہ وہ شخص کام کرے اور آپ عمل میں حصہ نہ بھی لیتے ہوں تو کوئی حرج نہیں۔ اس صورت میں نفع ہوگا تب بھی آدھوں آدھ ہوگا۔ اور نقصان واقع ہو وہ بھی دونوں پر ہوگا۔ ہزار روپیہ کاروبار میں اسی کا سرمایہ شمار ہوگا۔ ہاں اس کے ذمہ آپ کا قرضہ ایک ہزار روپیہ ہے۔ وہ علیحدہ بات ہے۔ اور اسی قسم کے معاملہ کے جواز کی دلیل یہ عبارتیں ہیں :-

البدائع اذا شرط الی بجز علی قدس المالیین متساویا و متفاضلا فلا شک انہ یجوز و یکون الی بجز بینہما علی الشرط سواء شرط الی علیہما او علی احدہما والی ضیعہ علی قدس المالیین متساویا و متفاضلا لان الوضیعة اسم لجزء مالک من المال فیتقدرا بقدر المال . (بدائع الصنائع ج ۶ ص ۶۷)

شرکت کی صورت میں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ شخص

چونکہ سارا کام کر رہا ہے۔ اس لئے وہ نفع کی شکل میں اپنے لئے نصف سے زائد مثلاً ۷ حصہ، اور آپ کو عمل نہ کرنے کی وجہ سے ۱ حصہ مقرر کر دے۔ اور آپ اس پر راضی ہوں تو یہ شکل بھی جائز ہے۔ فی البدائع وان شرط الی فضل الی بجز احدہما فان شرط الی علی الذی شرط الی فضل الی بجز جاز والربح بینہما علی الشرط فیتستحق ربح رأس مالہ بمالہ والفضل بجزہ۔ (بدائع ج ۶ ص ۶۷)

ہاں یہ صورت جائز نہیں کہ مال تو دونوں کا ہزار ہزار روپیہ ہو۔ اور کام بھی وہ شخص کرے، آپ کام بھی نہ کریں۔ اور اپنے لئے آپ ۷ اور اس کے لئے ۱ حصہ نفع میں سے مقرر کر جائیں۔ (فی البدائع وان شرط الی ذی الفضل، علی اقلہما ربحا لہ یجوز لان الذی شرط الی الزیادۃ لیس لہ فی الزیادۃ مال ولا عمل ولا ضمان وقد بینا ان الی بجز لا یتستحق الا باحد ہذہ الاشیاء الثلاثہ) (ص ۶۷)۔ اور بسوط ج ۱ ص ۱۱ سے بھی یہ مسائل مستفاد ہوتے ہیں۔

۲۔ معاملہ کی دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ آپ وہ ہزار کی رقم تاجر کو دیجئے۔ اور اسے کہہ دیجئے کہ ایک ہزار تو آپ قرض لے لیجئے۔ اور ایک ہزار میری طرف سے بطور مضاربیت لیجئے۔ اور مضاربیت میں نفع کی صورت میں نصف نصف یا ۷ اور ۱ یا اور کسی نسبت کے ساتھ باہم حصہ داری ہوگی۔ اس صورت میں اگر نفع ہوا تو آدھا نفع تو ہوا۔ تاہم اس حیثیت سے لے گا کہ رأس المال میں آدھی رقم ایک ہزار اس کی تھی۔ اور باقی آپ کے ایک ہزار کے رأس المال کی بنا پر آپ نصف میں سے نصف یا دو تہائی یا چار کوئی حصہ شرط کر دیا تھا آپ لیں گے۔ اور نصف یا تہائی یا چار کوئی حصہ جو شرط کر دیا گیا تھا، مضاربیت ہونے کی حیثیت سے وہ

لانہ سراج ملک و هو القرض ووضیعتہ علیہ و  
النصف الآخر بذیلہ و بین رب المال علی ما شرط لائنہ  
سراج مستفاد بمال المضاربة ووضیعتہ علی رب المال  
ولا تجوز قسمة احد ہما دون صاحبہ لانہ مال مشترک  
بینہما فلا ینقض واحد الشریکین بقسمتہ۔

(بائع المصالح ج ۶ ص ۵۷)

ہاں اگر آپ ہزار روپیہ تو قرض دیدیں۔ اور ساتھ ہی یہ  
کہہ دیں کہ اور ایک ہزار مضاربہ لے لو۔ اس شرط پر کہ اس کا  
نفع میرا ہوگا۔ تو یہ صورت کرویہ و نامناسب ہے۔ کیونکہ  
مضاربہ ایک ہزار دیکر اس کا سارا نفع خود لینا اور عامل کو  
کچھ نہ دینا یہ بضاعۃ کی صورت بن گئی۔ اور عمل وہ کر رہا  
ہے، اور نفع سب آپ کو دے رہا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہو سکتی  
ہے کہ وہ تاجر آپ کے ایک ہزار قرضہ کی بنا پر یکساں کر رہا ہو۔  
تو گویا قرض دیکر آپ اس قسم کا فائدہ اٹھاتے ہیں۔ تو  
یہ درحقیقت کلی قرض جرنفعا فہو ربو کے ماتحت ربو  
یا ربیہ میں تو داخل ہے۔ اس لئے دعوا الربو والربیہ  
کے ارشاد کے مطابق اس سے بچنا چاہئے۔ فی البدائع  
ولو کان قال لہ خذ ہذا الالف علی ان نصفھا قرض  
علیک علی ان تعیل بالنصف الآخر مضاربة علی ان  
السراج لی فہذا مکروہ و قد نہی رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم عن قرض جرنفعا۔ (مسند)

ہم نے پوری تفصیل کے ساتھ تمام شرطوں کا پورا پورا لحاظ  
آپ نہایت احتیاط کے ساتھ تمام شرطوں کا پورا پورا لحاظ  
رکھ کر معاملہ کر لیا کریں۔ (واللہ الہادی الی سواد السبیل)  
سوال: ہر میں نے گزشتہ سال شعبان کے مہینہ میں دس  
ہزار روپیہ ایک دوست کو بطور مضاربہ تجارت کے لئے  
دیا ہے۔ وہ تجارت کرتا رہا۔ اس دفعہ رجب میں سال

لے لیگا۔ مثلاً مضاربہ بالنصف نفی۔ سو روپیہ نفع ہوا۔  
پچاس روپیہ تو وہ اپنے رأس المال کا حصہ لے لیگا۔ پچاس میں  
آپ ۲۵ روپیہ لیں گے۔ اور ۲۵ روپیہ وہ پھر لے لیگا مضاربہ  
ہونے کی حیثیت سے۔ تو اس کو ۷۵ لیں گے۔ اور آپ کو ۲۵۔ اور  
اگر علی اور علی کی نسبت سے فیصلہ کیا تھا۔ اور ڈیڑھ سو روپیہ  
مثلاً نفع ہوا تو ۷۵ تو وہ اپنے رأس المال کا لے گا، باقی ۷۵ میں  
سے ۵۰ آپ لیں گے اور ۲۵ دے گا۔ تو گویا سو روپیہ اس کو  
مل جائیں گے اور ۲۵ آپ کو۔ اور اگر تجارت میں نقصان ہوا۔

تو نصف خسارہ اس پر پڑیگا۔ کیونکہ اس کا رأس المال ہزار روپیہ  
تھا۔ اور نصف آپ پر پڑے گا۔ کیونکہ ہزار روپیہ مضاربہ  
کے طور پر آپ کی طرف سے اس کام میں لگا ہوا تھا۔ وہ خسارہ  
تمام کا تمام رب المال کے ذمہ ہوتا ہے۔ اس معاملہ کے  
جواز کی صورت مندرجہ ذیل عبارت میں موجود ہے:

فی البدائع و سوا کان رأس المال او مشاعاً  
بان دفع مالا الی سراج بعضہ مضاربة وبعضہ  
غیر مضاربة مشاعاً فی المال فالمضاربة جائزۃ  
لان الاشاعۃ لا تمنع من التصرف فی المال فان المضار  
یتکون من التصرف فی المشاع وکذا الشریک لا تمنع  
المضاربة فان المضارب اذا سراج یصیر شریکاً فی  
المال ویجوز تصرفہ بعد ذلك علی المضاربة فاذا  
لم یمنع البقاء لا یمنع الابتداء وعلی هذا یخرج ما  
اذا دفع الی سراج الف دسہم فقال نصفھا علیک  
قرض ونصفھا مضاربة ان ذلك جائز اما جواز  
المضاربة فلما قلنا واما جواز القرض فی المشاع و  
ان کان القرض تبرعاً والشیاع یمنع صحۃ التبرع کا  
الہبۃ فلان القرض لیس تبرع مطلق (الی ان قال)  
واذا جاز القرض والمضاربة کان نصف السراج للمضار

پورا ہوا۔ اور ہم نے تمام مال تجارت کا اندازہ لگایا تو بحمد اللہ چودہ ہزار کا مال ہوگا۔ یعنی چار ہزار منافع نظر آتا ہے۔ شرط یہ تھی کہ نفع نصفاً نصف ہوگا۔ اب اس کی زکوٰۃ کے بارے میں کیا حکم ہے؟ میں کہتا ہوں کہ مجموعہ چودہ ہزار کی زکوٰۃ ۳۵۰ روپیہ کل مال میں سے نکال دی جائے۔ میرا دوست کہتا ہے کہ اگر کل سے نکالو گے تو اس کا اثر تو مجھ پر بھی پڑے گا۔ لہذا آپ یہ یہ ساری زکوٰۃ اپنی جیب سے علیحدہ دیجئے۔ مجھ پر تو زکوٰۃ نہیں آتی۔ کیونکہ اصل رقم آپ کی ہے۔ میں تو اپنی محنت کی اجرت لے رہا ہوں۔ جب جدا ہوں گا تو اس وقت آپ مجھے اجرت دیں گے۔ اب تو نہ میرا مال ہے، نہ مجھ پر زکوٰۃ۔ یہ مطلب نہیں کہ میرا دوست زکوٰۃ ادا کر دینے کے لئے یہ بہانہ بنا رہا ہے۔ وہ نیک و دیندار شخص ہے۔ اپنے دوسرے مال سے زکوٰۃ دیتا ہر مرفہ وہ سمجھتا ہے کہ مجھ پر زکوٰۃ نہیں۔ آپ بتا دیجئے کہ شرعاً زکوٰۃ کس طرح ادا کر دی جائے؟

**الجواب:** ہر صورت مند رجبہ بالائیں سال پورا ہو جانے کے بعد بارہ ہزار کی زکوٰۃ اپنی طرف سے تین سو روپیہ ادا کر دیں۔ اور دو ہزار کی زکوٰۃ پچاس روپیہ وہ اپنی طرف سے ادا کر دے۔ آپ کا یہ کہنا بھی صحیح کہ ساری زکوٰۃ مشترکہ طور سے ادا ہو۔ یعنی چار ہزار منافع ہی سے ادا ہو۔ کیونکہ واقعی اس کا اثر آپ کے دوست کے حصہ پر پڑے گا۔ جو نہیں پڑنا چاہئے۔ اور ساری زکوٰۃ آپ دیں اور آپ کا دوست بالکل بری الذمہ ہو، یہ بھی درست نہیں۔ اس کا یہ سمجھنا غلط ہے۔ کہ یہ ساری رقم چودہ ہزار اب آپ کی ملکیت ہے۔ اور جدا ہوتے وقت دو ہزار روپیہ اس کی اجرت ہوگی۔ بلکہ منافع میں سے دو ہزار آپ کی ملکیت ہے۔ اور اب منافع ہو جانے کی صورت میں اس کی حیثیت شریک کی ہے۔ مجموعہ مال تجارت میں اب ۱/۲ حصہ کے آپ مالک اور ۱/۲ حصہ کا وہ مالک ہو گیا ہے۔ لہذا اس تناسب

کے ساتھ زکوٰۃ ادا کرنا ضروری ہے۔ حوالہ ملاحظہ ہو:۔  
فی المبسوط للسرخسی واما مال المضارب بقرعة فعلی سرب المال زکوٰۃ رأس المال وحصته من السرب وعلی المضارب زکوٰۃ حصته من السرب اذا وصلت یدہ الیہ ان کان نصیباً او کان لہ من المال ما یتم بہ النصاب عندنا۔ آگے اس کی دیں دی ہے ولذا ان المضارب شریک فی الربح فکما یملک سرب المال نصیبہ من السرب فی حکم الزکوٰۃ۔ فکذا لک المضارب لان مطلق الشریکة یتقضى المساواة و بیان الوصف ان رأس مالہ الحبل و سراس مال الثانی المال والسرب یحصل منهما فقد تحققت الشریکة وقد نصا فی العقد علی هذا وتنصیہما معتبر بالاجماع۔ والدلیل علیہ ان المضارب یملک المطالبة بالقسمۃ ویتمایز بہ نصیبہ ولا حکم للشریکة الا هذا۔

(مبسوط ج ۲ صفحہ ۲۰۷)

**سوال:** مرزید پر میرا سو روپیہ قرضہ ہے۔ بیچارہ مفلس و تنگ دست ہے۔ اگرچہ وہ منکر نہیں، لیکن ادا نہیں کر سکتا۔ اس دفعہ میں نے یہ چاہا کہ اپنے مال کی زکوٰۃ جو ہر سال نکال کر دوسرے فقراء کو دیتا ہوں، زکوٰۃ کی نیت کر کے یہ سو روپیہ زید کو معاف کر دوں گا۔ میری زکوٰۃ ادا ہو جائیگی۔ اور وہ قرضہ کی ذمہ داری سے چھوٹ جائے گا۔ پھر ایک صاحب نے دل میں شبہ ڈالا کہ اس طرح زکوٰۃ ادا نہیں ہو سکتی۔

آپ بتائیے کہ کیا کیا جائے؟

**الجواب:** ہر فقہار کرام کے بیان کردہ اصول ادا ہے زکوٰۃ کے مطابق یقیناً قرضہ معاف سے آپ کی ساری زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی۔ خود اسی قرضہ کی جو زکوٰۃ ڈھائی روپیہ ہوتی ہے

يجزئہ ان يعطى من الواجب جنسًا اخر من المكيل والموزون او العروض او غير ذلك بقيمتہ وهذا عندنا وقد بيناه - (مبسوط ج ۲ ص ۲۲)

آپؐ جو دھوبی کی اجرت دیں گے اس سے کپڑے کی مالیت و قیمت بڑھ جایا کرتی ہے۔ لہذا وہ دھوا ہوا کپڑا جب ایک سو پانچ روپیہ کا ہے، تو آپ اسے ۱۰۵ ہی حساب کریں گے۔ ہدایہ باب المزابحہ میں ہے: ويجوز ان يضيف الى رأس المال اجرة القصار والطراز والصبغ والقتل واجرة حمل الطعام، لان الحرف جار بالحق وقصد الاشياء برأس المال في عادة التجار ولان كل ما يزميد في البيع او في قيمته يلحق به هذا هو الاصل وما عدى مناه يخذل الصفة +

### صفحہ ۳ کا بقیہ ص ۱ سے آگے:

مولانا مرحوم مرحومہ دراز تک مدرسہ عالیہ کلکتہ، پٹنہ، یونیورسٹی بہار اور پنجاب یونیورسٹی لاہور کے متحکم رہے ہیں۔ اور تقسیم کلکتہ سے قبل تک پنجاب یونیورسٹی کے امتحانات مولوی فاضل کے اہم پرچے آپ کے پاس بھیجے جاتے تھے۔

مجھ ناچیز و بے بقاعیت پر مولانا مرحوم کے بہت سے احسانات ہیں۔ میں نے دیوان متنبی، دیوان حساسہ، ہدایہ اخیرین، شمائل ترمذی اور ترمذی جسد ثانی ان سے پڑھی ہیں۔ ان کے سامنے زانوئے تلمذتہ کر کے کچھ سیکھا ہے۔ اے اللہ! ان کی روح کو اپنی خاص رحمتوں سے ڈھانپ دے۔ اور ان کو اعلیٰ علیین میں میں جگہ دے۔ آمین +

وہ تو ادا ہو گئی۔ لیکن آپ کے دوسرے مال کی زکوٰۃ میں سے ساڑھے ستانوے روپے کی ادائیگی اس طرح نہیں ہوئی۔ مبسوط میں ہے: سراج لہ علی اخر دین فتصدق بلہ ینوی ان یکون من زکوٰۃ مالہ لایجنزئہ الا عن مقداس الدین ان کان المدیون فقیرًا لان الواجب فی المال العین جزع منه والدین انقص فی المالیتہ من العین ولا يجوز اداء الناقص عن الکامل - (مبسوط ج ۲ ص ۲۲)

اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کی زکوٰۃ بھی ادا ہو اور اس کا قرضہ بھی ادا ہو۔ تو آپ یوں کیجئے کہ آپ اس فقیر کو پہلے سو روپیہ نقد اپنے مال کی زکوٰۃ کی ادائیگی کی نیت سے دیدیجئے۔ جب وہ رقم آپ سے لیکر قبضہ کر لے۔ پھر آپ اسے کہئے کہ بھائی آپ کے ذمہ جو میرا قرض تھا وہ مجھے آپ دیدیں۔ چنانچہ آپ اس سے وہ سو روپیہ اپنے قرض کی وصولی کے طور پر لیں۔ آپ بھی زکوٰۃ سے بری ہو گئے اور وہ قرض سے بری ہو گیا۔ فلت اراد الحیلۃ فالوجه ان يتصدق علیه بقدر الزکوٰۃ من العین ثم یستردہ من یدہ بحساب دینہ - (مبسوط ج ۲ ص ۲۲) سوال: میں نے یہ چاہا کہ نقد رقم کی بجائے مسکینوں کو کپڑا تقسیم کر دوں۔ کیا ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں۔

(۲) میں نے سو روپیہ کا کوراٹھا خریدا۔ دھوبی کو دھونے کے لئے دیا۔ اور پانچ روپیہ اس کی اجرت دی۔ تو کیا اگر دھوا ہوا کپڑا زکوٰۃ میں دوں۔ تو اسے سو روپیہ کے حساب کا سمجھوں یا ایک سو پانچ کا۔ یعنی دھوبی کی مزدوری بھی شامل کی جائے یا نہیں؟

الجواب: زکوٰۃ میں مالیت کا خیال رکھا جاتا ہے۔ اگر آپ نقد رقم کی بجائے کپڑا دیدیں تب بھی جائز ہے۔ و



ترجمہ: محمد عاصم الحداد

شہید ملت شیخ حسن النبا

# الاخوان المسلمون کی بنیادی تعلیمات

کے قواعد کے مطابق سمجھا جائے۔ سنت نبوی کے جاننے کے لئے ایسے اصحاب کی طرف رجوع کرنا چاہیئے جو فن حدیث گہری نظر رکھتے ہوں۔

۱) سچے ایمان، صحیح عبادت اور مجاہدہ و ریاضتوں ایک نور اور جلالت ہوتی ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ اپنے جس بندے کے دل میں پاتا ہے، ڈال دیتا ہے۔ البتہ ایمان افکار و خیالات، ادہام، کشف اور خواب قطعاً ایسی چیزیں نہیں ہیں، جن سے شرعی احکام معلوم کئے جاسکیں۔ ان کا اعتبار محض اسی وقت تک ہوگا جب تک ان کا تصادم دین کے واضح اور منصوص احکام سے نہ ہو۔

۲) گھٹ سے گھٹ کوڑیاں، رمل، نجوم و کمانت، علم غیب کا دعویٰ اور اسی طرح کی دوسری چیزیں ناروا اور ناجائز ہیں، جن کے خلاف جہاد کرنا ضروری ہے۔

الْمَاكَانُ اَيَّةٌ (البتہ ایسی چیز اس سلسلے میں من اوسراقیتہ مالوۃ نہیں آتی جو قرآن کی آیت ہو یا ماثور تعویذ یا جھاڑ پھونک)

۵) ایسے مسائل جن میں کوئی شرعی نص موجود نہ ہو اور جن میں ایک سے زیادہ صورتوں کا امکان ہو، ان میں اور وقتی طور پر پیش آنے والے مصالح میں امام اور اس نائب کی رائے پر عمل کیا جائے گا۔ تاوقتیکہ اس کا تصادم کسی شرعی قاعدے اور اصول سے نہ ہو۔ اس میں حالاً عرف اور عادات کے مطابق رد و بدل ہو سکتا ہے۔

ہماری جمعیت کے کل دس ارکان ہیں۔ جنہیں یاد رکھئے:-

۱) فتح (۲)، اغلاص (۳)، عمل (۴)، جہاد (۵)، قربانی (۶)، اطاعت (۷)، ثابت قدمی (۸)، یکسوئی (۹)، اخوت (۱۰)، اعتماد۔

فہم ت مراد یہ ہے کہ آپ کے دل میں اس بات کا یقین ہو کہ ہماری فکر و عمل کا ایک خالص اسلامی فکر ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ذیل کے بیس اصولوں کا سمجھنا بھی ضروری ہے۔ جن میں مختصراً پورے اسلام کو سمجھایا گیا ہے:-

۱) اسلام ایک مکمل نظام ہے، جس میں زندگی کے تمام شعبے ایک ایک کر کے آجاتے ہیں۔ گویا وہ ایک اسٹیٹ اور وطن بھی ہے، اخلاق اور قوت بھی ہے، تہذیب قانون بھی ہے، ایالت و دولت بھی ہے، جہاد و دعوت بھی ہے۔ یا اسی کو یوں کہیے کہ وہ حکومت و احاطت بھی ہے رحمت و عدل انشا بھی ہے، علم و تقوا (وہمہ نفعہ) بھی ہے، کسب و خفا بھی ہے، لشکر و فکر بھی ہے۔ بالکل اسی طرح جیسا کہ وہ ایک سچا عقیدہ اور صحیح طریق عبادت ہے۔

۲) اسلامی احکام کے سمجھنے کے لئے قرآن کریم اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کرنا ہر مسلمان کا کام ہے۔ فہم قرآن کے لئے ضروری ہے کہ اسے بلا کسی اسج بیچ اور تکلف کے عربی زبان

کام کر رہا ہو۔ اور اس سے کسی نابالغ تعصب اور کج سنجی کا دروازہ کھلنے کا اندیشہ نہ ہو۔

(۹) در مسائل جن کا عملی زندگی سے کوئی تعلق نہ ہو۔ ان میں بحث و جدال کا دروازہ کھولنا اس تکلف میں شمار کیا جائیگا جس سے ہمیں شرعاً منع کیا گیا ہے۔

مثلاً جو احکام اب تک واقع نہیں ہوئے، ان میں شاخ و در شاخ مسائل کی تفریح کرنا اور ان قرآنی آیات کے معانی میں خود و خود کرنا جن تک کسی کا علم اب تک نہیں پہنچا۔

اسی طرح صحابہ کرام کے باہمی فرق مراتب اور ان کے سیاسی اختلافات پر بحث و جدال کا دروازہ کھولنا بھی اسی تکلف میں شامل ہے۔ اس لئے کہ ان میں سے ہر ایک کو صحبت رسول کی فضیلت حاصل ہے۔ یوں ہر ایک کی رائے کے لئے گنجائش ہے۔

(۱۰) اللہ تعالیٰ کی معرفت، وعدائیت اور پاکیزگی اسلام کے اولین اور بنیادی حقائق میں سے ہیں۔ صفات کے بارے میں جو قرآنی آیات اور صحیح احادیث وارد ہوئی ہیں۔ اور ان میں جو تشابہ نظر آتا ہے، ہم ان پر اسی طرح ایمان لاتے ہیں جیسا کہ وہ وارد ہوئی ہیں۔ بلا اس کے کہ ہم کسی چیز کی خواہ مخواہ تاویل یا تعطیل کریں۔ علماء و سلف کے مابین ان مسائل میں جو اختلافات پیدا ہوئے ہیں، ہم ان سے تعرض نہیں کرتے۔ دراصل جن چیز کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام نے کافی سمجھا، ہمارے لئے اسے نا کافی سمجھنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ بیجا کہ

اس قرآن کی آیت سے معلوم ہوتا ہے:

والہذا سخون  
فی العلم یقولون  
ان لا کنایہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ  
مناسبہ کل من کی اتاری ہوئی کتاب پر سیدھا

..... عبادات میں اصل چیز اللہ تعالیٰ کی بندگی اور پرستش ہے۔ اور معافی میں غور و فکر، نیز روزمرہ کے احکام میں ان کے اسرار مقاصد اور حکمتوں کی طرف توجہ دینا ضروری ہے۔

(۱۱) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ ہر انسان کے کلام کو مقبول اور رد کیا جاسکتا ہے۔ ہر وہ چیز جو قرآن و سنت کے مطابق سلف صالح سے ثابت ہو، ہم اسے قبول کریں گے۔ ورنہ اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت ہی اتباع کے لئے کافی ہے۔ ہم مختلف فیہ مسائل میں اشخاص و افراد کو طعن و تشنیع کا نشانہ

نہیں بنائیں گے۔ ان کا معاملہ ان کی نیتوں پر ہے۔ اور وہ اللہ کے ہاں اپنے کئے کا پورا پورا حساب پائیں گے۔

(۱۲) ہر وہ مسلمان جو فروعی و جزئی مسائل میں وجہ اجتہاد کو نہ پہنچا جو اس کے لئے ائمہ دین میں سے کسی ایک کی پیروی ناگزیر ہے۔ ساتھ ساتھ اس کے لئے بہتر یہ ہے کہ وہ اپنے امام کے دلائل کو سمجھنے کی کوشش کرے۔ اور ہر اس ہدایت اور رہنمائی کو قبول کرے جس کے ساتھ واضح دلیل موجود ہو۔ اور جس کے کہنے والے کی صداقت و قابلیت پر اسے یقین ہو۔ اگر وہ اہل علم میں سے ہے تو اسے درجہ اجتہاد تک پہنچنے کے لئے اپنے علم کی کمی کو پورا کرنا ضروری ہے۔

(۱۳) فروعی و جزئی مسائل میں فقہی اختلاف دین میں فرقہ پرستی، جھگڑے اور باہمی بعض و نفرت کا سبب نہیں بننا چاہئے۔ ہر مجتہد کو اپنے اپنے اجتہاد کا اجر ملے گا۔ اختلافی مسائل میں خالص علمی تحقیق و کوئی چیز مانع نہیں ہے۔ بشرطیکہ اس تحقیق کے نتیجے اللہ تعالیٰ کی محبت اور حقیقت تک پہنچنے کا جذبہ



حضور کا میانی کے علاوہ کسی اور چیز کی نیت نہ رکھے۔ ہر طرح کے مال غنیمت، غنود و نمائش، جاہ طلبی، دنیاوی ترقی کے لالچ یا تنزل کے خوف سے اس کی نیت صاف ہو۔ اس طرح وہ فکر و عقیدہ کا سپاہی بنے گا، نہ کہ "معرض و منفعت پرستی" کا۔

قل ان صلاتی و  
نسکی و محیای  
ومماتی لله سب  
العالمین لا تشاء  
لیس۔ وجہ لا  
امرئ۔  
آپ اعلان کر دیجئے کہ میری نماز  
میری قربانی (اور دوسری عبادت)  
میری زندگی اور میری موت سب  
جہانوں کے رب اللہ ہی کیلئے  
ہیں، جس کا کوئی شریک نہیں  
اور مجھے اسی بات پر قائم رہنے  
کا حکم ملا ہے

اسی طرح ایک "اخ" اپنے نعرے کے اس حصے کا مطلب

جان لے گا:

اللہ خالقنا واللہ  
اکبر واللہ الحمد  
اللہ ہی ہمارا مقصود ہے، اللہ  
بڑا ہے اور اللہ ہی کے لئے حمد  
و ستائش ہے۔

عمل سے مراد علم و اخلاص کا لازمی ثمرہ ہے۔

وقل اعملوا فی سبیل  
اللہ عملاً کم و رسولہ  
و المؤمنون و  
ساترون الی  
عالم الغیب  
والشہادت  
فلینبئکم بما  
کنتم تعملون۔  
اور آپ کہہ دیجئے کہ تم لوگ  
اللہ کے عمل کرتے رہو، عنقریب  
تمہارے عمل کو اللہ، اس کا رسول  
اور تمام مومنین دیکھیں گے۔  
اور پھر تمہاری واپسی اللہ عالم  
الغیب و الشہادت کی طرف ہوگی  
اور وہ تمہیں بتائے گا کہ (دینا  
میں) تم کیا کرتے رہے ہو۔

عمل کے مندرجہ ذیل مراتب ہیں۔ جو ایک بچے "اخ"

کرتا اور ہر مفید اور کارآمد چیز کا غیر مقدم کرتا ہے۔ حکمت و دانائی  
مومن کی گمشدہ چیز ہے۔ جہاں سے لے، دوسروں کی نسبت دہی  
اس کا زیادہ حق دار ہے۔

(۱۹) کائنات میں غور و فکر کی دو حیثیتیں ہیں۔ ایک شرعی  
اور دوسری عقلی۔ ان دونوں کے دائرے اگرچہ ایک دوسرے  
کے مختلف ہیں۔ لیکن قطعی چیز کے بارے میں دونوں کا اختلاف  
نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ ایک خالص صحیح علمی حیثیت کا کسی ثابت  
شدہ شرعی قاعدے سے تضاد ناممکن ہے۔ اگر قطعی اور  
فطنی تحقیق میں اختلاف ہو تو فطنی کی تاویل کی جائے گی۔ لیکن  
اگر دونوں غلط ہوں تو شرعی حقیقت کی اتباع کی جائیگی۔  
بیاں تک کہ عقلی حقیقت یا تو ثابت ہو جائے یا باطل۔

(۲۰) ہم کسی ایسے مسلمان کی کسی خاص بات یا معصیت کی  
بنابر تکفیر نہیں کرتے جو کلمہ طیبہ کا اقرار کرتا ہو۔ اس کے تقاضوں  
پر عمل کرتا اور فرائض کی ادائیگی میں سرگرم ہو۔ لایہ کہ وہ کلمہ  
کفر کا اقرار کرے یا دین کے کسی کلمہ کھلا اور بنیادی رکن کا انکار  
کرے۔ یا صریح قرآن کی تکذیب کرے۔ یا اس کی تفسیر اس بنور  
سے کرے کہ عربی زبان کے کسی اسلوب سے بھی اس کی گنجائش  
نہ ہو۔ یا وہ کسی ایسے عمل کا ارتکاب کرے جس کی تاویل سوا  
کفر کے ممکن ہی نہ ہو۔

جب کوئی "اخ" اپنے دین کو مندرجہ بالا میں اصولوں  
کے مطابق سمجھ لے گا تو اسے اپنے نعرے کے اس حصے کی حقیقت  
معلوم ہو جائے گی:-

القرآن دستورنا و  
الرسول زعمنا۔  
قرآن ہمارا دستور ہے اور  
رسول ہمارے رہنما ہیں۔

اخلاص سے مراد یہ ہے کہ ہر "اخ" اپنے قول و عمل  
اور جہاد سے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی و رضا مندی اور اس کے

سے "انخان" کے ایک فرقہ کو "اخ" کہہ کر پکارا جاتا ہے۔ (مترجم)



سے مطلوب ہیں :-

(۱) خود اپنی اصلاح، یہاں تک کہ اس کا جسم قوی، مطلق مضبوط اور فکر تربیت یافتہ ہو جائے۔ وہ محنت کرنے اور روزی کمانے پر قادر ہو۔ اس کا عقیدہ واضح اور طریق عبادت صحیح ہو۔ وہ اپنے نفس سے جہاد کرنے والا، اپنے اوقات کو بہترین معرف میں لانے والا، اپنے ذاتی معاملات میں نہایت منظم اور دوسروں کے کام آنے والا ہو۔ ہر "اخراج" پر یہ پانچ انفرادی حیثیت سے ضروری ہے۔

(ب) اپنے گھر کو ایک مسلمان کا گھر بنائے۔ یعنی وہ اپنے گھروالوں کو اپنی "فکر" کے احترام کرنے اور گھر ملیوزنگی کے ہر پہلو میں اسلامی آداب پر کاربند ہونے کا ثبوت دے۔ اپنی شریک زندگی کا مناسب انتخاب کرے اور اسے بتائے کہ اس کے حقوق کیا ہیں۔ اور فرائض کیا۔ بچوں اور ملازمین کی اچھی طرح تربیت کرے۔ اور انہیں اسلامی اصولوں پر پروا چڑھائے۔ یہ بھی ہر "اخراج" کا انفرادی فرض ہے۔

(ج) سوسائٹی کی اصلاح۔ اور وہ اس طرح کہ اس میں دعوت خیر پھیلے۔ برائیوں کے خلاف فضائل امر بالمعروف اور ہر نیک عمل کی طرف پیش قدمی کرنے کی ترغیب دی جائے۔ اسلامی فکر کے حق میں زیادہ سے زیادہ رائے عامہ کو ہموار کیا جائے۔ اور روزمرہ کی زندگی کے عام پہلوؤں کو اپنی اسی فکر کے رنگ میں رنگا جائے۔ یہ چیزیں ہر "اخراج" کا انفرادی فریضہ ہے، اسی طرح جماعت کا بھی اجتماعی فریضہ ہے۔

(د)

(س)

اس چیز میں کوئی مضائقہ نہیں۔ کہ ضرورت کے وقت حکومت اپنے ان عہدہ دار کے لئے غیر مسلم عناصر کی خدمت حاصل کرے، جن کا تعلق جنرل پالیسی سے نہ ہو۔ اب حکومت اپنے لئے خواہ کوئی بھی شکل یا نوعیت اختیار کرے۔ جب تک وہ اسلامی نظام حکومت کے عام بنیادی قواعد کے مطابق ہو۔ حکومت کے اسلامی ہونے میں اس کا کوئی اثر نہیں پڑتا۔

حکومت اسلامی کی ایک صفت یہ ہے کہ وہ اپنی ذمہ داریوں کا شعور رکھتی ہو۔ رہایا سے اس کا تعلق مشفقانہ ہو۔ لوگوں کے درمیان عدل و انصاف قائم کرنا اس کا کام ہو۔ اور عوام کے مال کو بے جا صرف کرنے کی بجائے اس میں کفایت شعاری سے کام لیتی ہو۔

حکومت اسلامی کے فرائض یہ ہیں۔ کہ وہ امن و امان کی نگہداشت کرے۔ قانون اسلامی کا نفاذ کرے۔ تعلیم کو رواج دے۔ قوت و طاقت کے اسباب متیار کرے۔ حفظانِ صحت کا اہتمام کرے۔ عوام کی بھلائی کی دیکھ بھال کرے۔ ملکی مال و دولت کی حفاظت کرے اور اسے نشوونما دے۔ لوگوں کے اخلاق کو مضبوط بنائے اور دعوت اسلامی کی نشر و اشاعت کے لئے کوشش کرے۔

اگر وہ اپنے فرائض کی انجام دہی میں کوتاہی کرے۔

تو پہلے اسے نصیحت کرنا اور صحیح مشورہ دینا ضروری ہے۔ اور پھر اس سے بیزاری اور کنارہ کشی۔ جہاں خالق کی نافرمانی ہو رہی ہو، کسی مخلوق کی اطاعت نہیں ہو سکتی۔ (س) امت اسلامیہ کی گوشتہ شان و شوکت کا احیاء یعنی ملک علاقوں سے آزاد کرایا جائے۔ انہیں اپنے پاؤں پر کھڑا کیا جائے۔ ان کی تہذیب اور روایت کو ایک دوسرے سے قریب کرنے کی کوشش کی جائے، یہاں تک کہ ان کوششوں کا نتیجہ گذشتہ نظام خلافت اور اعادہ کی شکل میں ظاہر ہو۔

(ص) روئے زمین کے مختلف خطوں میں اسلامی دعوت کو پھیلانے کی زمام قیادت کو اپنے ہاتھ میں لینا بھی ایک مسلمان کے بنیادی فرائض میں داخل ہے۔

حتیٰ لا تکون  
فتنة و یكون  
الدین لله۔

و یا ابی اللہ الا ان  
یتم نوسا

یہ آخری چار مراتب جماعت پر مجموعی حیثیت سے ضروری ہیں۔ اور جماعت کا ایک ہونے کی حیثیت سے ہزارخ پر علیحدہ علیحدہ ہی۔ درحقیقت یہ ذمہ داریاں بہت بڑی اور

ہمہ نشان ہیں۔ عام لوگ انہیں وہم خیال سے وقعت نہیں دیتے۔ مگر ”ایک نزع“ انہیں مسلم ثابت حقیقت سمجھتا ہے۔ ہمیں اللہ تعالیٰ پر کامل بھروسہ ہے۔ اور انشاء اللہ ہم اپنے اندر باپوسی کو کبھی راہ نہ پانے دیں گے۔

واللہ غالب علی  
امرہ و لکن

اللہ تعالیٰ خود مختار اور اپنی مرضی کے پورا کرنے پر ہر

اکثر الناس لا  
یعلمون۔

(جہاد) سے مراد وہ فریضہ ہے جو قیامت تک جاری رہے گا۔ اور جس کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :-

من مات ولم  
یغزو ولم ینو  
الغزو مات  
میتة جاهلیة

جس شخص کی موت اس حال میں ہوئی کہ نہ اس نے کبھی جہاد کیا، اور نہ جہاد کی نیت رکھی۔ اسکی موت جاہلیت کی موت ہے۔

جہاد کے بہت سے درجے ہیں۔ جن میں پہلا یہ ہے۔ کہ دل برائی پر نفرتیں بھیجے۔ اور آخری یہ ہے کہ اللہ کی راہ میں تلوار اٹھائی جائے۔ ان دونوں کے درمیان زبان، قلم ہاتھ ظالم بادشاہ کے رویہ و کلمہ حق کہنے کے مختلف درجے ہیں۔ جہاد کے بغیر دعوت کا احیاء ناممکن ہے۔ جس قدر دعوت کا معیار بلند اور اس کا دائرہ وسیع ہوگا، اسی قدر اس کی راہ میں جہاد کی عظمت، قربانی کی قدر زیادہ اور کارکنان کے ثواب کی زیادتی ہوگی۔

وجاہد وافی اللہ  
حق جہاد ۵۔

یہی مطلب ہے اخوان کے نعرے کے اس حصے کا الجہاد سبیلنا

(قرآن مجید) سے مراد یہ ہے۔ کہ منزل مقصود تک پہنچنے کے لئے جان، مال، وقت، زندگی، الفرض ہر چیز کو صرف کیا جائے۔ دنیا میں قربانی کے بغیر کوئی جہاد نہیں ہے۔ اپنی

”مذکر“ کو بروئے کار لانے کی راہ میں ہماری کوئی قربانی مانگا نہیں جاسکتی۔ بلکہ اس کا نتیجہ اجر عظیم اور ثواب جمیل کی

جہاد ہماری راہ ہے۔

جہاد ہماری راہ ہے۔

صورت میں ظاہر ہوگا۔ جو شخص چاہے ساتھ ہوتے ہوئے قرآنی سے جی چاہے گا، وہ گنہگار ہوگا۔

ان الله اشترى المؤمنين | الله تعالى نے مؤمنین سے ان انفسهم واموالهم۔ کی جانیں اور مال خرید لئے ہیں۔ فان تطيعوا يؤتكم الله | پس اگر تم فرمانبرداری کرو، اللہ اجرًا حسنًا۔ نعم تمہیں اچھا بدلہ دیگا۔

یہی مطلب ہے ”اخوان“ کے نعرے کے اس حصے کا: وللموت في سبيل الله | اور اللہ کی راہ میں موت ہماری امسى اما نينا۔ سب بڑی تمنا ہے۔

اطاعت سے مراد یہ ہے کہ جو حکم ملے، اسے تنگی و خوش حالی، مشکل و آسان ہر حال میں بلا تاویل بجالایا جائے۔ (۱) تعارف۔ یعنی اپنی فکر اور ذلت سے کو عام کیا جائے۔ اور لوگوں کے درمیان سے زیادہ سے زیادہ پھیلایا جائے۔

اس مرحلے میں جماعت کا نظام دو سرے انتظامی جماعتوں کا سام ہوگا۔ اس کا مشن رفاه عام کے لئے جدوجہد ہوگا۔ اس غرض کے لئے کبھی وہ وعظ وارشاد کو اپنا ذریعہ بنائیں گی کبھی اصلاحی اور مفید اداروں (Institutions) کے بنام سے کام لیں گی۔ اور کبھی اسی طرح کے دوسرے ذرائع استعمال میں لائے جائیں گے۔ اس وقت ”اخوان“ کے جو مختلف شعبے قائم ہیں۔ وہ گویا اس اجتماعی مرحلہ کی نمائندگی کر رہے ہیں۔ اس مرحلے میں جماعت کا نظم و نسق ”قانون اساسی“ کے مطابق ہوگا۔ اور اس کی تشریح ”اخوان“ کے مختلف رسالے اور اخبار کریں گے۔

اس مرحلے میں جماعت کی دعوت عام ہوگی۔ اور اس میں ہر وہ شخص حصہ لے سکے گا جو اس کی کارروائیوں میں عملی حصہ لینا پسند کرے۔ اور اس کے بنیادی اصولوں پر چلنے کا وعدہ کرے۔ جو لوگ اس دور میں جماعت میں شامل ہونگے۔

اگرچہ ان پر ضروری نہیں ہوگا کہ وہ اس کے ہر حکم کی تعمیل کریں لیکن پھر بھی اس کے نظم و ضبط اور اس کے عام اصولوں کی نگہداشت اور احترام ان پر ضروری ہے۔

(سب) استحکام (استقامت) یعنی عام مسلمانوں میں سے صالح عناصر کو چھانٹ کر الگ کیا جائے۔ انہیں جہاد کی ذمہ داریوں کے برداشت کرنے بنایا جائے۔ اور پھر سب کو یکجا کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

اس مرحلے میں جماعت کا نظام روحانی پہلو سے خالص صوفیانہ اور عملی پہلو سے ”خالص فوجی“ ہوگا۔ ان دونوں پہلوؤں کا شعار ہمیشہ بلا کسی تردد ایچ بیچ، شک و شبہ یا دلی کرہن کے ”حکم و اطاعت“ ہوگا۔ ”اخوان“ کے فوجی دستے اس مرحلہ کے نمائندہ ہوں گے۔ اس کی تنظیم پہلے رسالہ ”الفتح“ کے مطابق تھی۔ اور اب اس رسالہ کے مطابق ہوگی۔

اس مرحلے میں دعوت کا دائرہ عام نہیں ہوگا۔ بلکہ اس میں صرف وہی لوگ حصہ لے سکیں گے جو کٹھن اور مسلسل جہاد کی پیہم ذمہ داریوں کو برداشت کرنے کی حقیقی استعداد رکھتے ہوں۔ سب پہلی چیز جس سے استعداد کا مظاہرہ ہوگا وہ ہے ”کمال اطاعت“۔

تفہیم: اس مرحلے میں دعوت کا مطلب یہ ہے کہ وہ بلا کسی نرمی یا کمزوری کے سراسر جہاد کے مقصد تک پہنچنے کے لئے پے درپے جدوجہد اور امتحان و آزمائش ہو۔ اس امتحان و آزمائش میں صرف صحیح معنوں میں سچے افراد ہی پورے اتر سکیں گے۔ اس مرحلے میں بھی دعوت کی کامیابی کا انحصار ”کمال اطاعت“ ہی پر ہوگا۔ ہر بیچ الاول ۱۳۵۹ھ کو ”اخوان“ کی پہلی صف نے اسی کے مطابق جمعیت کی بنی۔ آپ کے اخوان کے فوجی دستے میں شامل ہو کر دعوت کو قبول کرنے اور اس جمعیت پر کار بند رہنے کا مطلب یہ ہے

کہ آپ دعوت کے دوسرے مرحلے میں ہیں۔ اور تیسرے دور سے قریب ہیں۔ اب آپ خود ہی اپنی ذمہ داریوں کا اندازہ لگائیے اور اپنے اندر انہیں پورا کرنے کی استعداد پیدا کیجیے۔ (ثابت قدس) سے مراد ہے کہ ایک "اخ" اپنے مقصد کی راہ میں پیہم اور لگا تار کوشش میں مصروف رہے۔ خواہ اس حال میں اس پر کتنی مدت گزر جائے۔ اور سالہا سال تک اسے اپنی کوششوں کا کوئی نتیجہ نظر نہ آئے۔ حتیٰ کہ جب وہ اپنے رب کے حضور حاضر ہو تو وہیں سے ایک بھلائی سے وہ سرفراز ہو۔ یعنی یا تو مقصد تک پہنچ چکا ہو، یا اس تک پہنچنے کی راہ میں شہادت پا چکا ہو۔

من المؤمنین رجال صدقوا ما عاہدوا ہیں، جنہوں نے اللہ تعالیٰ اللہ علیہ۔ فمنہم سے جو عہد کیا، اسے پورا من قضیٰ ثبوتاً کر دیا۔ اب ان میں بعض اپنی ومنہم من زندگی کے دن پورے کر چکے یتنظر۔ و ما بدلوا ہیں۔ اور بعض منتظر ہیں۔ اور تبدیلا۔ (انکار انہوں نے عہد میں) کوئی تبدیلی نہیں کی۔

حقیقت یہ ہے کہ ہم سے نزدیک وقت خود بڑی تربیت گاہ ہے۔ راہ حق اگرچہ نہایت طویل، دشوار گزار، کٹھن اور غار دار ہے۔ لیکن جہں ہر حال اسی راہ پر چلنا اور چلے رہنا ہے۔ اس لئے کہ اس کے سوا کوئی دوسری راہ ہے ہی نہیں، جو ثواب، حلیم اور اجرِ کثیر کے ساتھ ساتھ مقصد تک پہنچاتی ہو۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ پہلے جن وسائل — یعنی فہم، اخلاص، عمل، سہادہ، قربانی اور احاطت — کا ذکر ہو چکا ہے، ان میں سے ہر ایک صحیح تیاری، مناسب وقت

کے انتخاب اور عمدہ تنفیذ کا محتاج ہے۔ ہر حال ہر چیز اپنے وقت پر ہی انجام پاتی ہو۔

و یقولون متا یہ کافر دریافت کرتے ہیں کہ ہو۔ قل عسلے عذاب کا وقت کونسا ہے؟ ان یكون آپ کہہ دیجئے کہ ہو سکتا ہے قریباً۔ وہ قریب ہی ہو۔

یکسوئی: مراد یہ ہے کہ ہر قسم کے غلط نظریوں اصولوں اور شخصیتوں سے کنارہ کش ہو کر محض اپنے نظریے اور فکر کے لئے وقف ہو جائیں۔ اس لئے کہ اسلام ہی کا نظریہ سب بلند، اعلیٰ پیکرہ اور جامع نظریہ ہے۔

صبغة اللہ، و اللہ کا رنگ اختیار کرو۔ اور من احسن من اللہ سے بڑھ کر کس کا رنگ ہو اللہ صبغة۔ سکتا ہے؟

ایک سچا "اخ" تمام بنی نوع انسان کو چھ حصوں میں تقسیم کرتا ہے: ۱۔ مسلم مجاہد، مسلم بے عمل، مسلم عامی، ذمی یا معاہدہ خیر جانبدار اور محارِب۔ انہی چھ قسموں کے اعتبار سے شخصیتوں اور جماعتوں کو پرکھا جائیگا۔ اور ان سے دوستی یا دشمنی کا معاملہ کیا جائے گا۔

(اخوت) سے مراد یہ ہے کہ آپ کے دل اور روحیں عقیدہ کی وحدت کی بنا پر ایک مضبوط تعلق اور رابطہ میں منسلک ہو جائیں۔ عقیدہ ہی سب سے مضبوط اور پائیدار رابطہ ہے، اور ہو سکتا ہے۔ جس طرح ایمان کا لازماً اخوت اور بھائی چارہ ہے، اسی طرح کفر کا لازمی نتیجہ تفرق و انتشار ہو تا ہے۔ قوت کی ابتداء وحدت اور یک جہتی سے ہوتی ہے۔ اور یک جہتی بلا باہمی محبت کے ممکن نہیں ہے۔ محبت کا ادنیٰ درجہ دلوں کا آپس میں معاف ہونا ہے۔ اور اس کا

تعمیم یہ ہے کہ پہلے جن وسائل — یعنی فہم، اخلاص، عمل، سہادہ، قربانی اور احاطت — کا ذکر ہو چکا ہے، ان میں سے ہر ایک صحیح تیاری، مناسب وقت



قائد اور اس کی اطاعت دعوت ہی کا ایک حصہ ہے۔ کیونکہ بلا قائد کے کوئی دعوت چل ہی نہیں سکتی۔ قائد اور اس کے سپاہیوں کے باہمی اعتماد پر ہی جماعت کے نظم و ضبط، طریق کار کی پختگی، مقصد میں کامیابی و کامرانی، راہ کی مشکلات پر غلبہ کی قوت کا انحصار ہے۔

اتحاد کی دعوت میں قائد کی حیثیت دلی تعلق کی بنا پر باپ کی، علمی افادے کی رو سے استاد کی، روحانی تربیت کے سبب پیر و مرشد کی اور جماعت کی عام پالیسی اور سیاست کو چلانے کی بنا پر لیڈر اور رہنما کی ہے۔ جماعتی دعوت میں یہ تمام چیزیں ایک ایک کر کے شامل ہیں۔ دعوت خواہ کسی طرح کی ہو، اس کی کامیابی کا دار و مدار قیادت پر اعتماد پر ہوتا ہے۔ لہذا ہر سچے ”اخ“ کے لئے ضروری ہے کہ اپنے دل میں ان سوالات پر ٹھنڈے دل سے غور کرے۔ تاکہ اسے معلوم ہو سکے کہ اسے اپنے قائد پر کہاں تک اعتماد حاصل ہے؟ (یہ تکنیک فاران)

## دارالعلوم غزیریہ

میں دشمن شعبان المعظم سے رخصتیں کر دی گئی ہیں۔ علوم السنۃ الشرعیہ کی جماعتوں و درس نظامی اور حفظ قرآن مجید کے طلبہ کا داخلہ چھ شوال المسکوم سے شروع ہو گا۔

انشاء اللہ العزیز

دناظم

اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ انسان کے دل میں اپنے بھائی کے لئے ایثار اور قربانی کا جذبہ پایا جائے۔ ایک سچا ”اخ“ اپنے رفیقوں کو ہمیشہ اپنے آپ پر مقدم رکھتا ہے۔ اس لئے کہ وہ اپنی جگہ یہ جانتا اور یقین رکھتا ہے کہ وہ جو کچھ کر سکتا ہے انہی کے ساتھ مل ہی کر کر سکتا ہے۔ اس کے برعکس وہ اس کی پناہ سے بے نیاز ہیں۔ ان کا کام اس کے بغیر بھی چل سکتا ہے۔ بیٹھ یا صرف اسی بیٹھ کا شکار کرتا ہے جو اپنے ساتھیوں سے الگ نکل گئی ہو۔

المؤمن للمؤمن  
کالبنیان یشتد  
بعضه بعضاً۔  
مؤمن ایک دوسرے کے ساتھ مل کر عمارت کا کام کرتے ہیں جس کا ایک حصہ دوسرے کے لئے سہارا ہوتا ہے۔

والمؤمنون للمؤمنات  
بعضهم اولیاء بعض  
مسلمان مرد اور عورتیں ایک دوسرے کے مددگار اور ساتھی ہیں یہی کیفیت اپنے اندر پیدا کرنا ہمارا فرض ہے۔

اعتماد: مراد یہ ہے کہ ہر سپاہی کو اپنے قائد کی صلاحیت اور اخلاص پر اس قدر اطمینان حاصل ہو کہ اس کا دل اپنے اندر اس کے لئے محبت و احترام، عزت اور اطاعت محسوس کرے۔

فلا و ساء ملک لا  
یؤمنون حتی  
یحکموا فیما  
شیخربینہم، ثم لا  
یجدوا فی انفسہم  
حرجاً مما  
قضیت فیہم  
تسلیماً۔  
پس تیرے رب کی قسم! یہ لوگ ایمان نہ لائیں گے تا وقتیکہ تجھ اپنے ماہن پیدا نہ کرے تمام جھگڑوں میں حکم نہ مان لیں، اور پھر تیرے فیصلے سے ان کے دلوں میں کسی طرح کی کڑھن یا تنگی پیدا نہ ہو۔ اور وہ تمہارے فیصلے کو سرانگھوں پر تسلیم کریں۔

# سچی کہانیاں

مسلمانوں کی دینی اور دنیاوی صلاح و بہبود کا ذخیرہ  
(از حضرت مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث سہارنپور)

آج کی لڑائی میں جو کافر ہائے گئے تھے، ان کے عزیزوں میں اتمام کا جوش زور پر تھا۔ سلافہ نے جس کے دو بیٹے اس لڑائی میں مات کئے تھے، منت مانی، کہ اگر عاصم کا دہنوں نے اس کے بیٹوں کو قتل کیا تھا، سر ہاتھ آجائے تو اس کی کھوپری میں شراب پیو گئی۔ اس لئے اس نے اعلان کیا تھا کہ جو عاصم کا سر لایے گا اس کو سوا دہنٹ انعام دوں گی۔ سفیان بن خالد کو اس لالچ نے آدا دیا۔ کہ وہ ان کا سر لانے کی کوشش کرے۔ چنانچہ اس نے عضل و قارہ کے چند آدمیوں کو مدینہ منورہ بھیجا۔ ان لوگوں نے اپنے کو مسلمان ظاہر کیا۔ اور حضور اقدس ﷺ سے تعلیم و تبلیغ کے لئے اپنے ساتھ چند حضرات کو بھیجے کی دعا کی۔ اور حضرت عاصم کے بھی ساتھ بھیجے کی درخواست کی۔ ان کا دخل پسندیدہ بتلایا۔ چنانچہ حضور نے دس آدمیوں کو۔ اور بعض روایات میں چھ آدمیوں کو ان کے ساتھ کر دیا۔ جن میں حضرت عاصم بھی تھے۔ راستہ میں جا کر ان لیجا پنے والوں سے بدعہدی کی۔ اور دشمنوں کو مقابلہ کے لئے بلا یا۔ جو دو آدمی تھے۔ اور ان میں سے سوا دہن بہت مشہور تیر انداز تھے۔ اور بعض روایات میں ہے کہ حضور نے ان حضرات کو مکہ والوں کی خبر لانے کے لئے بھیجا تھا۔ راستہ میں بنو لیحان کے دو سو آدمیوں سے مقابلہ ہوا۔ یہ مختصر جماعت دس آدمیوں کی یا چھ آدمیوں کی یہ حالت دیکھ کر ایک پہاڑی پر جس کا نام فدفد

تھا، چڑھ گئی۔ کفار نے کہا کہ ہم تمہارے خون سے اپنی زمین رنگنا نہیں چاہتے۔ صرف اہل مکہ سے تمہارے بدلہ میں کچھ مال لینا چاہتے ہیں۔ تم ہمارے ساتھ آ جاؤ۔ ہم تم کو قتل نہ کریں گے۔ مگر انہوں نے کہا کہ ہم کافر کے عہد میں آنا نہیں چاہتے۔ اور ترکش سے تیر نکال کر مقابلہ کیا۔ جب تیر ختم ہو گئے تو بنو نضیر سے مقابلہ کیا۔ حضرت عاصم نے ساتھیوں سے جوش میں کہا کہ تم سے دھوکہ کیا گیا۔ مگر گھبرانے کی بات نہیں، شہادت کو غنیمت سمجھو۔ تمہارا محبوب تمہارے ساتھ ہے۔ اور جنت کی حوریں تمہاری نظر میں۔ یہ کہہ کر جوش سے مقابلہ کیا۔ اور جب نیرہ بھی ٹوٹ گیا تو تلوار سے مقابلہ کیا۔ مقابلوں کا مجمع کثیر تھا، آخر شہید ہو گئے۔ اور دعا کی کہ یا اللہ! اپنے رسول کو ہمارے قصہ کی خبر کر دے۔ چنانچہ یہ دعا قبول ہوئی اور اسی وقت اس واقعہ کا علم حضور کو ہو گیا۔ اور چونکہ عاصم یہ بھی سن چکے تھے کہ سلافہ بنے میرے سر کی کھوپری میں شراب پینے کی منت مانی ہے۔ اس لئے مرتے وقت دعا کی کہ یا اللہ میرا سر تیرے راستہ میں کاٹا جا رہا ہے۔ تو ہی اس کا محاذ فظ ہے۔ وہ دعا بھی قبول ہوئی۔ اور شہادت کے بعد جب کافروں نے سر کاٹنے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے شہد کی کھپوں کا۔ اور بعض روایتوں میں بھڑوں کا ایک خول بھیجا۔ جنہوں نے ان کے بدن کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔

مجھے یہ بھی گوارا نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جہاں ہیں وہیں اُن کے ایک کاٹھا بھی چمبے۔ اور ہم اپنے گھر آرام سے رہیں۔ یہ جواب سنکر قریش حیران رہ گئے۔ ابوسفیان نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کو جتنی ان سے محبت دیکھی، اس کی نظیر کہیں نہیں دیکھی اس کے بعد حضرت زید شہید کر دیئے گئے۔ حضرت خبیب ایک عرصہ تک قید میں رہے۔ حجر کی باندی جو بعد میں مسلمان ہو گئیں، کہتی ہیں کہ جب خبیب ہم لوگوں کی قید میں تھے، تو ہم نے دیکھا کہ خبیب ایک دن انگور کا بہت بڑا خوشہ آدمی کے سر کے برابر ہاتھ میں لئے ہوئے انگور کھا رہے ہیں۔ اور کہیں اس وقت انگور بالکل نہیں تھا۔ وہی کہتی ہیں کہ جب ان کے قتل کا وقت آیا تو انہوں نے عفا ثی کے لئے استرہ مانگا، وہ دیدیا گیا۔ اتفاق سے ایک کم سن بچہ اس وقت خبیب کے پاس چلا گیا۔ ان لوگوں نے دیکھا کہ استرہ ان کے ہاتھ میں ہے اور بچہ اُن کے پاس۔ یہ دیکھ کر گھبراتے خبیب نے فرمایا، کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں بچہ کو قتل کر دوں گا؟ ایسا نہیں کر سکتا۔ اس کے بعد ان کو حرم سے باہر لایا گیا۔ اور سولی پر لٹکانے کے وقت آخری خواہش کے طور پر پوچھا گیا۔ کہ کوئی تمنا ہو تو بتاؤ۔ انہوں نے فرمایا کہ مجھے اتنی محنت دی جائے کہ دو رکعت نماز پڑھ لوں۔ کہ دنیا سے جلتے کا وقت ہے۔ اور اللہ جل شانہ کی ملاقات قریب ہے۔ چنانچہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعتیں نہایت اطمینان سے پڑھیں۔ اور پھر فرمایا کہ اگر مجھے یہ خیال نہ ہوتا کہ تم لوگ یہ سمجھو گے کہ میں موت کے ڈر کی وجہ سے دیر کر رہا ہوں۔ تو دو رکعت اور پڑھتا۔ اس کے بعد سولی پر لٹکا دیئے گئے۔ تو انہوں نے دعا کی یا اللہ! کوئی ایسا شخص نہیں ہے جو تیرے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم تک میرا آخری سلام پہنچا دے۔ چنانچہ حضور صلی

کافروں کو خیال تھا کہ رات کے وقت جب یہ اڑ جائیں گی تو سر کاٹ لیں گے۔ مگر رات کو ایک بارش کی روائی اور ان کی نفس کو ہالے گئے۔ اسی طرح سات آدمی یا تین آدمی شہید ہو گئے۔ غرض تین باقی رہ گئے۔ حضرت خبیب، زید بن دثنہ اور عبداللہ بن طارق۔ ان تینوں حضرات سے پھر انہوں نے عہد و پیمان کیا کہ تم نیچے آ جاؤ، ہم تم سے بد عہدی نہ کریں گے۔ یہ تینوں حضرات نیچے اتر آئے۔ اور نیچے اترنے پر کفار نے انہی کمانوں کی تانت اٹا کر ان کی مشکیں باندھیں۔ حضرت عبداللہ بن طارق نے فرمایا کہ یہ پہلی بد عہدی ہے، میں تمہارے ساتھ ہرگز نہ جاؤں گا۔ ان شہید ہوئی والوں کی اقتدا پر مجھے پسند ہے۔ انہوں نے زبردستی ان کو کھینچنا چاہا، مگر یہ نہٹے تو ان لوگوں نے ان کو بھی شہید کر دیا۔ صرف دو حضرات ان کے ساتھ رہے جن کو لہجہ ان لوگوں نے کہ والوں کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ ایک حضرت زید بن دثنہ جن کو صفوان بن امیہ نے پچاس اونٹ کے بدلے میں خریدا۔ تاکہ اپنے باپ امیہ کے بدلے میں قتل کرے۔ دوسرے حضرت خبیب حنکو عیمر بن ابی اہاب نے ستواونٹ کے بدلے میں خریدا۔ تاکہ اپنے باپ کے بدلے میں ان کو قتل کرے۔ بخاری شریف کی روایت ہے کہ حادثہ بن عامر کی اولاد نے خریدا کہ انہوں نے بدر میں حادثہ کو قتل کیا تھا۔ صفوان نے تو اپنے قیدی حضرت زید کو فوجی حرم سے باہر اپنے غلام کے ہاتھ بھیج دیا کہ قتل کر دیئے جاویں۔ اس کا تماشا دیکھنے کے واسطے اور بھی بہت سے لوگ جمع ہوئے۔ جن میں ابوسفیان بھی تھا۔ اس نے حضرت زید سے شہادت کے وقت پوچھا۔ اے زید تجھ کو خدا کی قسم سچ کہنا، کیا تجھ کو یہ پسند ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن تیرے بدلے میں تار دی جائے اور تجھ کو چھوڑ دیا جائے کہ اپنے اہل و عیال میں فحش و خرم ہے؟ حضرت زید نے فرمایا خدا کی قسم

# علمی دنیا کا ایک عظیم حادثہ

مولانا مفتی سیاح الدین صاحب کا خیل

(شیخ الفقہ والادب حضرت مولانا اعجاز علی صاحب بیوندی رحمۃ اللہ علیہ کے سارا انتقال)

حوادث لاکھ ہوں پردل کا جانا ۛ عجب اک سانحہ سا ہو گیا ہے

جائے ہر طلوع آفتاب کے ساتھ کتنے انسان اس مسافر خانہ عالم سے سخت سفر باندھ کر اس منزل مقصود کی طرف روانہ ہو جاتے ہیں۔ لیکن بعض سعید اور پاکیزہ رو میں وہ ہوتی ہیں کہ جو اس ناسوقی جسم سے تعلق قائم کرنے کے بعد جب تک اس عالم آب و گل میں حیات مستعار کے دن گذارتی ہیں تو وہ جہانی اور مادی لذتوں کے درپے ہونے کی بجائے مادی جسم اور جسمانی قوتوں اور تمام اعضا۔ و جوارح کو اسی کام پر لگا دیتی ہیں جو ایک سعید روح کے لئے اصل غذا اور پاکیزہ روح کے لئے اصل کام ہے۔ یعنی وہ مادی زندگی علمی اور دینی خدا

آج صبح ۷ بجے روزنامہ "اعلان" کے ذریعہ استاذ محترم الم فقه و ادب حضرت مولانا اعجاز علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ دارالعلوم دیوبند کے مدرس فقہ و ادب اور معلم حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات حضرت ناک کے جان گسل حادثہ کی اطلاع ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ سَاجِدُونَ۔ یوں تو کُلِّ مَن عَلَیْہَا قَاب کے قانون خداوندی کے مطابق اس خاکدان ہستی میں جو بھی آیا، وہ اتنا اس لئے ہے کہ ایک دن اسے یہاں سے عالم ارواح کی طرف پھر لوٹ کر جانا ہے۔ اس لئے موت کا یہ حادثہ ہر روز پیش آتا رہتا ہے۔ اور خدا

بقیۃ صفحہ گذشتہ: سر اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی اسی وقت سلام پہنچایا گیا۔ حضور نے فرمایا وعلیکم السلام یا خبیب۔ اور ساتھ ہی کو اطلاع فرمائی کہ خبیب کو قریش نے قتل کر دیا۔ حضرت خبیب کو جب سولی پر چڑھایا گیا تو چالیس کا فردن تبر لیکر چاروں طرف ان پر حملہ کیا۔ اور بدن کو چھلنی کر دیا۔ اس وقت کسی نے قسم دیکر یہ بھی پوچھا کہ تم یہ پسند کرتے ہو کہ تمہاری جگہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیں۔ اور تم کو چھوڑ دیں۔ انہوں نے فرمایا، واللہ العظیم، مجھے یہ بھی پسند نہیں کہ میری جان کے فدیہ میں ایک کا شا بھی حضور کے پیچھے رہ جائے (نہ)۔ (نہ) تو ان قصوں کا ہر ہر لفظ عبرت ہے۔ لیکن اس قصہ میں دو چیزیں خاص طور پر قابل قدر قابل عبرت ہیں۔ ان حضرات کی نبی کیم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت و عشق کہ اپنی جان جاتے اور اس کے بدلہ میں اتنا لفظ کہنا بھی گوارا نہیں کہ حضور کو کسی قسم کی تکلیف پہنچو لی سی بھی پہنچ جائے۔ اس لئے کہ حضرت عیسیٰ صرف زبان سے ہی کہنا چاہتے تھے۔ اور صرف زبان سے کہنا ہی تھا۔ ورنہ بدلہ میں حضور کو تکلیف پہنچانے پر تو ان کفار کو بھی قدرت نہ تھی۔ بلکہ وہ لوگ خود ہی ہر وقت تکلیف پہنچانے کی کوشش میں رہتے تھے۔ جس میں بلاشبہ بدلہ سب برابر تھا۔ دوسری چیز نماز کی عظمت اور اسکا شغف کہ ایسے آخری وقت میں عام طور پر عوام کو آدمی یا دیگر گناہ کی صورت دیکھنا چاہتا ہو، سلام و پیام کشا ہو۔ مگر ان حضرات کو پیام و سلام دنیا ہی تو حضور کو اور آخری تمنا ہے تو دو رکعت نماز کی (باقی)

یہ ہے کہ اس روح فرسا واقعہ پر طبعاً جس قدر کرب و غم اور اضطراب کیا جائے ہر شخص معذور ہوگا۔

قیس بن عاصم کے متعلق شاعر نے شاید مبالغہ کیا ہوگا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ حضرت شیخ الفقہ واللہ ب کی وفات

کے اس غم انگیز موقعہ پر یہ فرمنا بالکل بجا ہے۔

فما کان قیس ہلکۃ ہلکۃ ہلکۃ ولاحد

ولکنتہ بلیان قوم تہمتا

استاذ مرحوم کے علمی کمالات و شوقین طلبہ کے ساتھ

محبت و شفقت کا برتاؤ، مہج سے شام تک تعلیم و تدریس

میں ہمہ تن مشغولیت اور پھر رات کا اکثر حصہ تصنیف و

مطالعہ میں مصروفیت یہ ساری باتیں ایسی تھیں جن کو

پیش نظر رکھ کر آج غم و اندوہ سے کانٹتے ہوئے ہاتھ سے

لکھنا پڑتا ہے۔

لئن حسنت فیک المداوی و ذکرها

لقد حسنت من قبل فیک المداوی

اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ حضور و رحیم مولانا

ممدوح کو جنت الفردوس کی دائمی اور ابدی خوشیاں

نعیب فرمائے۔ اور ان کے مرقد مبارک کو انوار رحمت

و مغفرت سے منور و تاباں فرمائے۔

این دعا از من و از جسد جہاں آیین باد

## مولانا مرحوم کے مختصر حالات زندگی !

مولانا مرحوم نے شرح النقایہ کے حاشیہ محمود الروایہ

میں اپنے حالات زندگی خود اپنے ہی قلم سے تحریر فرمائے

ہیں۔ میں بالاقتصار و یاں سے نقل کر کے درج کر دیتا

ہوں۔

یکم محرم الحرام ۱۳۱۳ھ کی رات کو در ۳۰ رذوالحجہ ۱۳۹۹ھ

کے سرانجام دینے میں گزار دیتی ہیں۔ اس لئے جب جان و تن کے انقطاع کا وقت آجاتا ہے۔ اور طائر روح اس قفس

عنصری سے اپنے نشیمن کی طرف پرواز کرنے لگتا ہے۔ تو وہ

خود اگرچہ خوش و خرم اس منزل ویران سے جا رہا ہے۔ اور

ہستہ مسکراتا ہوا تقسیم برب ہی چلا جاتا ہے۔ لیکن اس

مفارقت پر وہ ہزاروں آنکھیں اشکبار ہوتی ہیں جن آنکھوں

نے اس پر انوار روح سے روشنی حاصل کی ہو۔

آنجناباں زہی کہ وقت مردن تو

ہمہ گریاں بودند و تو خداں

استاذ محترم حضرت مولانا اعجاز علی رحمتہ اللہ

علیہ بھی ان محفوض و ممتاز ہستیوں میں سے تھے جنہوں

اپنی زندگی کا ہر مرحلہ دین متین کی خدمت اور علوم

دینیہ کی تعلیم و تدریس میں گزارا۔ اور بلا مبالغہ آج ہندوستان

و پاکستان کے علاوہ افغانستان، بخارا، عراق و شام تک

میں ہزاروں علماء و فضلاء بلا واسطہ یا بالواسطہ ان سے اکتساب

فیض اور استفادہ علمی کرنے والے موجود ہیں۔ اور آج ہر

جگہ ہر عربی مدارس و جامعہ میں بھی اور السنۃ شرقیہ کے

اداروں میں بھی ان کی تصانیف اور حواشی کتب درسیہ سے

فائدہ حاصل کیا جا رہا ہے۔ آپ کا طریق تعلیم و تدریس

اور انداز افادہ بالکل ممتاز تھا۔ اور جس خلوص و ہمدردی

اور محنت و ہمہ تن توجہ کے ساتھ وہ طالبان علوم و دینیہ

کو پڑھایا کرتے تھے، اس کی مثال موجودہ دور میں اور

کہیں ملنا بالکل مشکل ہے۔ حضرت استاذ مرحوم کی انہی

خصوصیات کو دیکھ کر آج نہایت حسرت و افسوس کے

ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ:

جہاں جہاں اس حادثہ کبریٰ کی خبر پہنچی ہوگی

آنکھیں پر غم اور دل پریشان و مضطرب ہوں گے۔ اور غن

کے خدو بشمس کے بعد، بیاہوں میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی محمد مزاج علی ہے۔ جو محلہ شاہی چبوترہ احمدیہ ضلع مراد آباد کے رہنے والے تھے۔ پسلسہ ملازمت ان دنوں بیاہوں میں مقیم تھے۔ نانائے آپ کا نام محمد اعجاز علی رکھا۔ آپ کی شیر خوارگی کی عمر میں والد ماجد وہاں سے منتقل ہو کر شاہجان پور آئے۔ اور آپ کو بھی ساتھ لے آئے۔ مدرسہ کے ایام وہاں گزرے۔ وہاں کابل کے رہنے والے ایک معلم قطب الدین خان صاحب سے آپ نے تعلیم کی ابتداء کی۔ حروف تہجی اور قاعدہ پڑھنے کے بعد دو تہائی حصہ قرآن مجید کا ان سے پڑھا۔ پھر اس کے بعد حافظ شرف الدین خان صاحب سے قرآن مجید پورا حفظ کیا۔ پھر آپ کے والد تکر ضلع شاہجان پور میں آئے۔ آپ بھی ساتھ گئے۔ وہاں کے مدرسہ گلشن فیض کے صدر مدرس مولانا مقصود علی خان شاہجان پوری سے کتب صرف و نحو شرح جامی تک پڑھیں۔ وہاں سے والد ماجد شاہ جان پور تشریف لائے۔ اور آپ بھی ساتھ چلے آئے۔ بڑے بھائی و باج علی کی تربیت میں رہے۔ لیکن ایک سال تعلیم کا مناسب انتظام نہ ہو سکا۔ ایک سال یونیورسٹی گزرنے کے بعد شاہجان پور کے مدرسہ عین العلم میں داخل ہوئے۔ وہاں مولانا قادری بشیر احمد صینی مراد آبادی سے کنز الدقائق، شرح جامی اور بعض متون و مشروح پڑھیں۔ نیز اسی مدرسہ میں مفتی اعظم حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے چند سال تک استفادہ کیا۔ انہوں نے آپ کی تعلیم و تربیت کا خاص خیال رکھا۔ وہاں سے پھر دارالعلوم دیوبند میں آکر داخل

ہوئے۔ دارالعلوم میں حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب مہتمم دارالعلوم سے ہدایہ اولین اور منطق کی چند کتابیں مولانا محمد رسول صاحب بھگلپوری سے پڑھیں۔ وہاں سے پھر اگلے سال میرٹھ تشریف لے گئے۔ وہاں کے مدرسہ قومی میں صحیح بخاری کے علاوہ کتب احادیث اور عقائد و فلسفہ کی کتابیں مولانا عبد المؤمن دیوبندی سے اور اصول و عروض کی کتابیں مولانا عاشق الہی صاحب میرٹھی سے پڑھیں۔ دو سال آپ وہاں رہے۔ پھر دوبارہ دارالعلوم دیوبند تشریف لائے۔ وہاں آپ نے صحیح بخاری، جامع ترمذی، سنن ابی داؤد، ہدایہ ایثرین، توضیح تلویح حضرت شیخ الحدیث مولانا محمود الحسن رحمۃ اللہ تعالیٰ سے، فنون کی کتابیں مولانا غلام رسول صاحب ہزاروی اور مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب دیوبندی سے اور ادب کی تمام کتابیں مولانا سید معز الدین صاحب سے پڑھیں۔ اور اس طرح تمام علوم و فنون کی تفصیل سے فارغ ہوئے۔ یہ غالباً ۱۳۲۲ھ کا واقعہ ہے۔ فراغت کے بعد حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے مدرسہ نعمانیہ پورنیہ ضلع بھگلپور میں مدرسہ مقرر ہوئے۔ اور آپ نے سات سال تک وہاں تدریس و تعلیم کی عہدہ سرانجام دی۔ ۱۳۲۵ھ میں آپ شاہ جان پور تشریف لائے۔ اور والد ماجد کی خدمت میں رہنا پسند فرمایا۔ وہاں کے مدرسہ افضل المدارس میں مدرسہ مقرر ہو کر تعلیم و تدریس میں معروف رہے۔ اور تین سال تک وہاں رہے۔ ۱۳۳۰ھ میں مرکز علوم دینیہ دارالعلوم دیوبند میں بہ حیثیت مدرس تشریف لائے۔ ابتدائیں آپ ابتدائی کتب کی تدریس و تعلیم پر مامور تھے۔ اور



رفتہ رفتہ آپ وہاں کے اکابر ساتھ میں شمار ہونے لگے۔ حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے خاص تعلق رہا۔ اس دوران میں ۱۳۳۷ھ مولانا حافظ محمد احمد صاحب مستم دارالعلوم دیوبند جب ریاست حیدرآباد دکن میں عدالت عالیہ کے صدر المفتین مقرر کئے گئے۔ تو آپ سال بھر تک ان کے ساتھ وہاں حیدرآباد میں بھی رہے۔ نظام دکن میر عثمان علی خان آپ کی بہت قدر کرتے تھے۔ اور آپ کی علمی جلالت شان کی بنا پر وظیفہ بھی مقرر فرمایا ۱۳۳۷ھ میں مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب دیوبند نے جب دارالافتاء سے استعفا دیا تو مولانا حبیب الرحمن صاحب دیوبند مفتی مستم دارالعلوم دیوبند نے آپ کو دارالافتاء کے لئے مقرر فرمایا۔ اور کچھ عرصہ تک آپ یہ کام کرتے رہے۔ پھر جب مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دارالافتاء میں کام کرنے لگے تو آپ تدریس کے لئے متوجہ ہو گئے۔ چند سال گزرنے کے بعد آپ پھر دارالافتاء میں مفتی اعظم مقرر ہوئے۔ افتاء کے ساتھ ساتھ درس و تدریس کا سلسلہ بھی جاری رہتا۔ دیوان متنبی، دیوان حماسہ، ہدایہ اخیرین، شمائل ترمذی، ترمذی جسد ثانی، اکثر آپ پڑھایا کرتے تھے۔ ۱۹۴۲ء میں جب حضرت مولانا مدنی مدظلہ العالی گرفتار ہوئے تو مجلس شوریٰ نے ان کی بجائے آپ کو صدر مدرس مقرر کیا۔ اور ۱۹۴۳ء میں بخاری شریف اور ترمذی شریف کا درس آپ نے دیا۔ چند سالوں سے مکمل ترمذی شریف آپ پڑھایا کرتے تھے۔ حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد صاحب مدنی کے ساتھ آپ کا نہایت گہرا تعلق اور قلبی ربط تھا۔ حضرت

مولانا مدنی کے انتہائی عقیدتمند اور محب تھے۔ ۱۳۴۹ھ میں حضرت مولانا مدنی مدظلہ کی رفاقت میں حج بیت اللہ اور زیارت روضہ مطہرہ کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ عمر ۷۴ برس تھی۔ پہلے تو آپ کی صحت اچھی تھی۔ لیکن پرانہ سالی میں اب کچھ عرصہ سے قوی کمزور ہونے لگے تھے۔ وفات کی خبر سے پہلے کسی طویل بیماری کی طالع نہیں آئی تھی۔ الجمعہ دہلی میں علالت کی خبر شائع ہوئی۔ اور ۸ مارچ کی صبح کو اس عالم فانی سے عالم باقی کی طرف رحلت فرما گئے۔ سراجہ اللہ تعالیٰ وطاب ثرا لا وجعل الجنة مثوا۔

**تصانیف:** ۱۳۲۰ھ میں فارغ ہونے کے بعد سے لیکر وفات تک ۵۴ برس متواتر آپ نے علم دین کی تعلیم و تدریس کی خدمت کی۔ اور ہزاروں تشنگانِ علوم و دینیہ کو سیراب کیا۔ اور آپ کے تلامذہ ہر ملک میں آپ کے فیوض علمیہ سے دوسروں کو مستفید فرما رہے ہیں۔ لیکن تعلیم و تدریس کے ساتھ آپ نے درسی اور غیر درسی کتابوں کے تحشیہ و شرح کی تصنیفی خدمت بھی کی ہے۔ اور آج مدارس عربیہ میں آپ ہی کے مرتب کردہ حواشی سے فائدہ اٹھایا جا رہا ہے۔ تصانیف کی فہرست مندرجہ ذیل ہے :-

نور الایضاح پر حاشیہ فارسی (مطبوعہ)، شرح دیوان حماسہ (مطبوعہ)، حاشیہ کنز الدقائق (مطبوعہ)، حاشیہ دیوان متنبی، مولانا حبیب الرحمن دیوبندی کے قصیدۃ اخلاقیہ کا اردو ترجمہ، مولانا مصدوح کے مشہور قصیدۃ لامیہ کا اردو ترجمہ (مطبوعہ)، عروض المفتاح کا حاشیہ (مطبوعہ)، نور الایضاح کا

# کتاب بہترین رفیق ہے

پیغام حق : حضرت مولانا ظہور احمد صاحب دہلوی مرحوم کی آخری حرکتہ الہامیہ و تقریر، مذہبی سطح پر سیر حاصل تبصرہ کیا گیا ہے۔ قیمت ۱۰/-  
مؤلف مولانا عبدالشکور صاحب لکھنؤی قل تعالواندع ابنا ونا و ابنا وکمہ کی معجم تفسیر  
تفسیر آیت مباہلہ : اور شیعوں کے بڑے مخالف کا ازالہ۔ قیمت چار آنے ۴/-

تفسیر آیت امامت : مؤلف مولانا عبدالشکور صاحب لکھنؤی قرآن مجید کی ان تمام آیات کی تفسیر جن میں  
لفظ امام آیا ہے۔ اور مسئلہ امامت پر سیر حاصل تبصرہ قیمت چار آنے ۴/-

کشف التلبیس حصہ دوم و سوم : جس میں فضائل صحابہ و دیگر مسائل پر بحث کی گئی ہے۔  
قیمت ۱۲/-

تفسیر آیت میراث ارض : آیت ولقد کتبنا فی الذلزلہ خلفاؤا لہدین کی خلافت کا ثبوت قیمت ۴/-  
کتاب کیا ہے، اگر نایاب دینی اور سیاسی معلومات کا بے بہا ذخیرہ ہے  
سرورق رنگین، مجلد قیمت ہے ۶/۸/-

تفسیر آیت اولی الامر منکم : مؤلف مولانا عبدالشکور صاحب لکھنؤی آیت اطیعوا اللہ الخ کی تفسیر اور  
شیعوں کے مخالف کا جواب قیمت چار آنے ۴/-

غلام احمد نمبر : اس کے پڑھنے سے کوئی معقولیت پسند انسان مرنا صاحب کے دعوی نبوت کا قائل نہیں ہو سکتا۔ قیمت ۱/-  
خطبات مولانا آزاد : مولانا آزاد کے خطبات جمعہ، حیدرین۔ قیمت ۱۱/-

ابوالائمہ کی تعلیم : جس میں شیعہ کتب سے ثابت کیا گیا ہے کہ کوئی شخص محبت علیؑ اور پیروکار اہلبیت نہیں  
ہو سکتا، جب تک مذہب اہل سنت اختیار نہ کرے۔ قیمت ۸/-

افکار آزاد : مرتبہ مولانا محمد عثمان صاحب فاضل فیضیہ ایڈیٹر زمزمہ قیمت ۲/۴/-  
مؤلف مولانا عبدالشکور صاحب لکھنؤی آیت محمد رسول اللہ والذین

تفسیر آیت معیت : محلہ کی تفسیر، حضرات خلفائے ثلاثہ رضوان اللہ علیہم کا خلیفہ برحق ہونا  
ثابت کیا گیا ہے۔ قیمت چار آنے ۴/-

ملنے کا پتہ

مکتبہ سبب الانصار و منیر رسالہ شمس السلام و لک خانہ شمس السلام بھیرہ (پاکستان)